نہیں وہ میٹھی نگاہ والا خدا کی رحمت ہے جلوہ فرما
غضب سے ان کے خدا بچائے جلال باری عتاب میں ہے
امام عشق ومحبت حضرت رضا
جلال مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم
گستاخ رسول کی شرعی سزا موت ہے
Www.Markazahlesunnat.com
مصنف
مناظر اہل سنت، ماہر رضویات
علامہ عبدالستار ہمدانی ''مصروف'' برکاتی، نوری
مرکز أھل السنۃ برکات رضا
امام احمد رضا روڈ، میمن واڈ، پوربندر، گجرات (انڈیا)
MARKAZ-E-AHLE-SUNNAT BARKAT-E-RAZA

جلالِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

گستاخ رسول کی شرعی سزا موت ہے

تصنیف

مناظر اہل سنت، ماہر رضویات، علامہ عبدالستار ہمدانی ''مصروفؔ''

خلیفۂ تاجدار اہل سنت، حضور مفتی اعظم ہند علیہ الرحمۃ والرضوان

ناشر

مرکز اہل سنت برکات رضا

امام احمد رضا، روڈ، پور بندر، گجرات۔ (انڈیا)

فہرست

بسم اللہ الرحمن الرحیم
نحمدہ و نصلی و نسلم علی رسولہ الکریم
الصلاۃ و السلام علیک یا رسول اللہ

”مقدمہ“

کسی بھی ملک، صوبہ، سماج، ادارہ، فیکٹری، مذہب یا کسی بھی تحریک کے انتظام اور حکومت کے امور میں کامیابی تب ہی حاصل ہوسکتی ہے، جب اس کا سربراہ اعلیٰ مندرجہ ذیل دو لوازمی امور کی طرف کامل التفات دے کر اس پر سختی کے ساتھ پابند رہ کر اس پر خود بھی عمل کرے اور اپنے ماتحت کے تمام افراد سے اس پر کامل طور پر عمل کرائے۔

اول : اپنی زیر حکومت و انتظام کے افراد اور متبعین کے ساتھ اس کا سلوک نہایت ہی خوش گوار، نرم، مخلصانہ، محبتانہ، فراخ، محبت آمیز، ہمدردانہ، اور حوصلہ افزائی کے جذبہ پر مشتمل ہو اور ان کے ساتھ اپنائیت کا ایسا رشتہ قائم کرکے کہ ہر شخص یہی گمان کرے کہ اس کے ساتھ جو تعلق، قرب اور محبت ہے، وہ دوسروں کے مقابلہ میں زیادہ اور قوی ہے۔

دوم: اپنی زیر حکومت اور انتظام کے ماتحت کے علاقہ میں جرائم، ظلم، غیر انصافی، غداری، ڈکیتی، چوری، اور دیگر غیر سماجی ارتکابات کے خلاف سخت اقدام اٹھا کر تمام جرائم کو رفع دفع کرکے امن و امان کی فضا قائم کرکے دائمی خیر و تحفظ کا ایسا انتظام کردے کہ عوام کو سکھ اور سلامتی کا احساس ہو، اور اس کے لیے وہ جرائم پیشہ اور غیر سماجی افراد کے خلاف سخت قوانین اور سزا کے احکام نافذ کرکے اور اس کی عمل داری میں قطعاً

کوئی کمی یا ڈھیلا پن نہ آنے دے اور اپنی حکومت سے ظلم و ستم، جبر و جفا، قتل و غارت، زنا و عصمت دری، لوٹ مار، ڈکیتی، چوری، اور دیگر جرائم کو نیست و نابود کرکے انصاف، عدل، دیانت داری، راستی، ہمدردی، دوستی، خیر اندیشی، تواضع و انکساری، احسان وعنایت اور مخلصانہ سلوک کا ماحول قائم کرنے میں قانون کے نفاذ اور اجراء میں پابندی اور تصلب کا ایسا مظاہرہ کرے کہ کوئی بھی شخص ارتکاب جرائم کرنے سے تھر تھر کانپے۔

تجربہ سے یہ حقیقت ثابت شدہ ہے کہ جس ملک میں جرائم کو قابو میں رکھنے کے لیے سخت سے سخت سزا کے قوانین عمل میں ہیں، وہاں کی عوام سکھی اور سلامت ہوتی ہے اور وہ ملک ترقی کی اور کامیابی کی اعلیٰ منزل پر متمکن ہوتا ہے۔ علاوہ ازیں مالیاتی اور اقتصادی اعتبار سے بھی وہ ملک اتنا خوش حال، مضبوط، پرزور اور طاقت ور ہوتا ہے کہ دیگر ممالک کے تقابل میں اس کا شمار سلطنت عظمیٰ میں ہوتا ہے۔ اسی طرح جس ملک میں جرائم کو کنٹرول کرنے کی قوت اور قوانین کے نفاذ کی شدت کم ہوتی ہے بلکہ ضعف اور لاغری، رشوت وتعلقات کی بناء پر میزان عدالت مجرموں کی حمایت و برأت میں ہی اپنا پلہ جھکا کر مجرموں کو جیل کے سلاخوں کے پیچھے دھکیلنے کے بجائے آزادی اور رہائی کے گلدستے سے نواز کر ارتکاب جرائم کی مزید حوصلہ افزائی کرے، وہاں ظلم و جفا کی اتنی بہتات و کثرت ہوتی ہے کہ عوام ہمیشہ ڈر، خوف اور دہشت کے نرغہ میں محصور رہ کر مصائب وآلام کی پرمشقت زندگی بسر کرنے پر مجبور ہوتے ہیں۔ ایسا ملک عالمی پیمانے پر غیر ترقی یافتہ، کمزور اور پچھڑے ہوئے ممالک کی فہرست میں اعلیٰ نمبر پر ہوتا ہے۔

المختصر! جرائم کو قابو کرنے کی تجویز وتدبیر اور مصمم منصوبہ اور سخت قوانین کا نفاذ اور ان

قوانین پر عمل کا اہتمام ہی کامیابی کا راز ہے۔

جرائم کے مختلف اقسام ہیں، ہر جرم کو اس کی نوعیت اور صورت کو ملحوظ رکھتے ہوئے اس کے مجرم کے لیے سزا مقرر کی گئی ہے۔ مثلاً چوری چپاٹی کے معمولی جرائم کے لیے چند دنوں تک جیل کی ہوا کھانی پڑتی ہے اور قتل کے سنگین جرم کے پاداش میں پھانسی کے تختے پر لٹکنا پڑتا ہے۔ لیکن دنیا کے ہر ملک کے قانون نے ایک جرم کو سب سے بڑا سنگین اور خطرناک جرم شمار کیا ہے اور وہ ہے ''غداری'' اور ''بغاوت'' کا جرم۔ غداری اور بغاوت کی بہت ہی آسان اور عام فہم تشریح یہ ہے کہ ملک میں رہ کر ملک ہی کو نقصان پہنچانے کی فاسد غرض سے مخبری کرنا، دشمن ملک کے ایماء واشارہ پر جاسوسی، تخریب، تباہی، بربادی، دہشت گردی وغیرہ کرکے ملک کے مفاد ومصالح کو ضرر پہنچانا اور ملک کے قوانین کے خلاف مخالفت کا علم بلند کرنے کا ارتکاب کرنا۔

غداری کہ جس کو بے وفائی، بلوہ، بدعہدی، ملک دشمنی، سرکشی، بھی کہا جاتا ہے۔ انگریزی میں اسے (Perfidious) یا (Revolt) کہا جاتا ہے۔ ہر ملک کے قانون میں غداری کے جرم کو ''جرم عظیم'' یعنی مہا اپرادھ یعنی (Great sin) شمار کرکے اس کے مجرم و مرتکب کے لیے سخت اور کڑی سزائیں متعین کی ہیں۔ ایسے سنگین جرم کے مرتکب کے لیے معافی اور رعایت کی گوئی گنجائش نہیں رکھی گئی بلکہ غداری کے جرم کے مرتکب کو عبرتناک اور سخت سزا دے کر ایسا رعب اور ہیبت مسلط کر دی جاتی ہے کہ ''غداری'' کا جرم کرنے کی کوئی ہمت و جرأت نہ کرے بلکہ اس جرم کی پاداش میں دی جانے والی دردناک اور مہلک سزا کے تصور اور خیال سے وہ تھر تھر کانپے۔

اسلام ایک ایسا جامع اور عظیم دین ہے کہ اسلام نے عالم دنیا کو انتظامی امور اور نظام

حکومت کا ایسا درس دیا ہے کہ اسلام کی عطا کردہ تعلیم پر عمل کر کے ملک اور سماج کو متوازن ، منزہ ، متمتع بنا کر امن و امان کی فضا اور چین وسکون کا ماحول قائم کرنے میں کافی ہدایت و رہبری حاصل ہوتی ہے۔ ملک ومعاشرہ کے تعلق سے اسلام میں جو احکام وقوانین ہیں، ان پر عمل کرنے سے سماج کے رسم ورواج اور نفاذ قانون کی پرسکون کیفیت کا احساس ہوتا ہے۔ مختلف اقسام کے جرائم کے لیے قانون اسلام میں جو مختلف اور جرم کی نوعیت کو ملحوظ رکھتے ہوئے جو سزائیں متعین کی گئی ہیں، اس کی وجہ سے جرائم کو کافی حد تک کنٹرول اور قابو کیا جاسکتا ہے۔

اسلام میں غداری کے جرم کو کئی معنوں میں اور کئی اقسام میں منقسم کر کے اس کی تفصیل اور وضاحت فرمادی گئی ہے۔ غداری کے تمام ارتکابات میں سے سب سے سنگین اور خطرناک ارتکاب ''ارتداد'' ہے یعنی اسلام کی اصولی باتوں میں سے کسی ایک بات کا انکار کرنا یعنی منحرف ہونا یعنی پھر جانا ہے۔ مثلاً اسلام کے پانچ اصولوں یعنی (۱) کلمہ (۲) نماز (۳) روزہ (۴) زکاۃ اور (۵) حج میں سے کسی ایک یا اس سے متعلق کسی فرض کا انکار کرنا۔ مثلاً نماز کا ہی انکار کرنا ہے۔ یعنی کوئی شخص یوں کہے کہ میں اسلام قبول کرتا ہوں لیکن نماز کو فرض نہیں مانتا۔ یا یوں کہے کہ نماز صرف چار وقت کی ہی فرض مانتا ہوں۔ فجر کی نماز فرض نہیں مانتا۔ لہذا فجر کی نماز نہیں پڑھوں گا، تو ایسا شخص ارتداد کے جرم کا مجرم قرار دیا جائے گا اور ایسے شخص کو ''مرتد'' Apostate یعنی دین سے برگشتہ یعنی پھر جانے والا کہا جائے گا۔

یہاں اتنی گنجائش نہیں کہ ''مرتد'' کے تعلق سے اسلامی قوانین کی تفصیلی بحث و وضاحت کی جائے۔ تاہم قارئین کرام کو سمجھنے میں آسانی رہے، اس لیے ضروری اور اہم معلومات ذیل میں ارقام ہے۔

''مرتد کی مختصر وضاحت''

''مرتد'' کی آسان اور عام فہم تعریف یہ ہے کہ اسلام قبول کرنے کے بعد اسلام سے پھر جانا یعنی منحرف ہوجانا۔ یہ جرم نہایت ہی خطرناک اور سنگین جرم ہے۔ اس جرم کا مرتکب یعنی کرنے والا ''مرتکب ارتداد'' یعنی ارتداد کا مجرم ہے۔ اور اس پر ''مرتد'' کا حکم نافذ ہوگا۔ اسلامی اصطلاح میں مرتد اس شخص کو کہنے میں آتا ہے جو ضروریات دین میں سے کسی ضروری بات کا انکار کرے۔

اوراق سابقہ میں بیان کردہ تفصیل کے مطابق اسلام کے پانچ اصول ہیں، ان پانچ اصول میں ''کلمہ'' کو اہمیت اور سبقت حاصل ہے۔ یعنی بقیہ چار باتیں یعنی نماز، روزہ، زکاۃ اور حج کلمہ ہی پر منحصر ہیں۔ یعنی کلمہ یعنی ایمان کی موجودگی میں ہی ان چاروں کی ادائیگی فرض اور مقبول ہے۔

''کلمہ'' یعنی لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ (ﷺ) یعنی ''اللہ کے سوا کوئی بھی عبادت کے لائق نہیں اور حضرت محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں'' اس کلمہ کے ذریعہ اللہ تعالیٰ کی وحدانیت یعنی اللہ کا ایک ہونا اور عبادت کے لائق ہونا و نیز حضرت محمد ﷺ کی رسالت یعنی رسول ہونے کا اقرار کرنے میں آتا ہے۔ المختصر! کلمہ شریف کے ذریعہ اللہ تبارک وتعالیٰ اور حضرت محمد ﷺ پر ایمان لانے کا اقرار اور عہد و پیمان کا اعلان کیا جاتا ہے اور ایمان کا اعلان کرنے والے شخص کو ''مؤمن'' یعنی ایمان لانے والا کہنے میں آتا ہے۔ ہر مومن شخص ایمان لا کر اسلام کے اصول وقوانین کی اتباع کرتا ہے۔ لہذا ایسے ایمان دار شخص کو ''مسلمان'' یا ''مسلم'' یعنی اسلام کو ماننے والا یا اسلام کا متبع کہا جاتا ہے۔

ایک مسلمان پر ''کلمہ'' کا اقرار کرنے کے بعد ایمان سے تعلق رکھنے والے تمام عقائد اور قوانین نافذ ہوجاتے ہیں۔کلمہ شریف کے بعد اصول اسلام کے چار رکن یعنی نماز، روزہ، زکاۃ اور حج پر عمل کرنا اس پر فرض ہوجاتا ہے۔ علاوہ ازیں شریعت مطہرہ کے تمام قوانین کو ماننا اور اس پر عمل کرنا، اس پر لازمی ہوجاتا ہے۔شریعت کے قوانین قرآن وحدیث سے اخذ شدہ ہیں۔جن کو ملت اسلامیہ نے قطعی اور ظنی پر یعنی صریح اور صاف حکم یا پھر اجتہاد واستخراج واستنباط اور اجماع امت کے ذریعہ متعین کرکے اسے ''قانون شریعت'' کی حیثیت سے متفقہ طور پر طے کیے ہیں۔حاصل کلام یہ کہ اسلام کے تمام اصول وضوابط لازمی ہیں اور شریعت اسلامیہ کے تمام قوانین کو ماننا اور اس پر عمل کرنا ہر مسلمان کے لیے لازمی اور ضروری ہے۔

مذکورہ اسلامی قوانین کو ماننے اور اس پر عمل کرنے کا دار ومدار کلمہ پر موقوف ہے۔ یعنی عمل موقوف ہے ایمان پر۔سب سے پہلے ایمان لانا ہے اور پھر عمل کرنا ہے۔ایمان کی اتنی اہمیت، وقعت اور ضرورت ہے کہ ایمان کے بغیر عمل بیکار، ناقابل قبول اور مردود ہے۔ ایمان سے تعلق رکھنے والی کئی باتیں ہیں۔مثلاً ● اللہ کی وحدانیت ● اللہ کی تمام صفات ● اللہ کے تمام انبیاء ومرسلین ● تمام آسمانی کتب ● اللہ کے فرشتے ● قیامت ● مرنے کے بعد پھر زندہ ہونا ● جنت ● دوزخ ● تقدیر ● قبر کا عذاب ● قیامت میں حساب اعمال ● نیکی کا انعام ● گناہوں کی سزا وغیرہ۔

لیکن............

مذکورہ تمام وہ باتیں، جن کا تعلق ایمان سے ہے، ان تمام باتوں میں سے سب سے زیادہ خطرناک اور مذموم اللہ اور اللہ کے رسول کی توہین کرنا ہے۔ یہ ایک ایسا سنگین جرم ہے

کہ اس جرم کی پاداش میں شریعت اسلامی نے جو سزا مقرر فرمائی ہے وہ ''سزائے موت'' ہے۔مثلاً کوئی شخص مسلمان ہونے کے باوجود یہ کہے کہ میں قیامت کو نہیں مانتا۔ایک آدمی مرگیا اس کی کہانی ختم۔اب وہ قبر سے زندہ ہوکر اٹھے گا اور پھر قیامت کے دن اپنے اعمال کا حساب دے گا اور اپنے اعمال کے اچھے یا برے ہونے کے صلہ میں جنت یا جہنم میں جائے گا۔ یہ ایک خیال ہے اور میں اس کو نہیں مانتا، تو ایسا شخص ''مرتکب ارتداد'' کا مجرم اقرار دیا جائے گا اور شرعاً اس پر ''مرتد'' کا حکم نافذ ہوگا۔ وہ شخص دائرۂ ایمان سے خارج ہوکر کافر ہوجائے گا۔ مذکورہ شخص کی کیفیت معلوم کرکے ایک عالم اہل سنت وجماعت نے اس کا رابطہ قائم کیا اور اس منحرف شخص کو قرآن وحدیث کی مضبوط دلیلوں اور حوالوں سے ایسا سمجھایا کہ اس منحرف شخص کو اپنی غلطی کا احساس ہوا اور اس نے اپنی غلطی کا اعتراف کرتے ہوئے صدق دل سے توبہ کرکے پھر سے کلمہ پڑھ لیا۔اور دوبارہ داخل اسلام ہوا، تو ایسے شخص کی توبہ پر اعتماد واعتبار کرکے بغیر کسی تعزیز یا عقوبت یا جرمانہ کے اسے داخل اسلام کرکے اس کے ساتھ اسلامی تعلقات قائم کیے جائیں گے۔

لیکن......

ایک شخص نے گمراہیت کے دلدل میں غرق ہوکر اللہ تعالیٰ کے محبوب اعظم ﷺ کی شان میں توہین اور بے ادبی کی اور گستاخیٔ رسول کے جرم کے ارتکاب کی وجہ سے ''مرتد'' ہوگیا اور اگر ایسا مرتد شخص اپنی غلطی کا اعتراف کرکے سچے دل سے توبہ کرے، تو اگر وہاں اسلامی حکومت ہے اور نظام حکومت شریعت کے قوانین کے مطابق عمل میں ہے، تو ایسے مرتد شخص کو **قاضی شریعت** Islamic Justice سزائے موت دیتے ہوئے قتل کا حکم دے گا۔ **چاہے وہ سچے دل سے توبہ کرتا ہو، اس کی توبہ اللہ کی بارگاہ میں چاہے مقبول ہو۔عند اللہ یعنی اللہ تعالیٰ کی**

جناب میں اس کی توبہ قابل قبول ہو، پھر بھی اس کی موت کی سزا معاف نہیں کی جائے گی۔ سچی توبہ کرنے کے باوجود بھی اسے قتل کیا جائے گا۔ کیوں کہ توہین رسول ایک ایسا سنگین اور ناقابل معافی جرم ہے کہ اس کی سزا صرف اور صرف موت ہے۔ **گستاخ رسول کی سزائے موت سچے دل سے توبہ کرنے پر بھی زائل اور معاف نہیں ہوگی۔** بلکہ توبہ کے باوجود بھی گستاخ رسول کو موت کی سزا دیتے ہوئے قتل کیا جائے گا۔

ایک معتمد اور معتبر حوالہ پیش خدمت ہے۔

"وَقَالَ اَبُوْبَکْرِ بْنُ الْمُنْذِرِ اَجْمَعَ عَوَّامُ اَهْلِ الْعِلْمِ عَلٰی اَنَّ مَنْ سَبَّ النَّبِیَّ ﷺ یُقْتَلُ : وَمِمَّنْ قَالَ ذَالِکَ مَالِکُ بْنَ اَنَسَ، وَاللَّیْثُ، وَاَحْمَدُ، وَاِسْحَاقُ وَهُوَ مَذْهَبُ الشَّافِعِیُّ وَ قَالَ الْقَاضِیُ اَبُو الْفَضْلِ وَهُوَ مُقْتَضٰی قَوْلَ اَبِی بَکْرِ الصِّدِّیْقَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ وَلَا تُقْبَلُ تَوْبَتَهٗ عِنْدَ هٰؤُلَاءِ الْمَذْکُوْرِیْنَ"

حوالہ : "اَلشِّفَاءُ بِتَعْرِیْفِ حُقُوْقِ الْمُصْطَفٰی"، مصنف:- امام ابی الفضل عیاض بن موسیٰ بن عیاض المعروف قاضی عیاض اُندلسی، المتوفی ۵۴۴ھ، ناشر: دار الکتب العلمیہ، بیروت، لبنان۔ جلد۔۲، القسم الرابع، باب:۱، فصل:۱، صفحہ:۱۶۷

مندرجہ بالا عربی عبارت کا اردو ترجمہ ملاحظہ فرمائیں:

امام ابوبکر بن منذر نے فرمایا کہ عامہ علمائے اسلام کا اجماع ہے کہ جو شخص نبی کریم ﷺ کو گالی دے (توہین کرے)، اسے قتل کیا جائے گا۔ یہ فیصلہ امام مالک بن انس، حضرت لیث، حضرت احمد اور حضرت اسحاق کا ہے اور

یہی امام شافعی کا مذہب ہے۔ قاضی عیاض نے فرمایا کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قول کا یہی مطلب ہے اور ان مذکورہ اماموں کے نزدیک اس کی توبہ بھی قبول نہ کی جائے گی۔

مندرجہ بالا عربی عبارت کے اردو ترجمہ کو ایک مرتبہ نہیں بلکہ متعدد مرتبہ پڑھیں اور بعدہ تنہائی میں بیٹھ کر اس کے ضمن میں غور و فکر کریں گے تو آفتاب نصف النہار کی طرح روشن ایک حقیقت سامنے آئے گی کہ **گستاخ رسول کے لیے موت کی سزا ملت اسلامیہ کے عظیم المرتبت اماموں نے متعین فرمائی ہے۔**

ایک اہم نکتہ بھی قابل توجہ ہے کہ مذکورہ عربی کتاب **"الشفاء بتعریف حقوق المصطفیٰ"** کے مصنف **قاضی عیاض اندلسی** کی وفات ۵۴۴ھ میں ہوئی ہے یعنی آج ۱۴۳۲ھ سے ۸۸۸/ **آٹھ سو اٹھاسی سال** پہلے آپ کا انتقال ہوا ہے اور آپ نے مذکورہ کتاب ضرور اپنے انتقال کے پہلے تصنیف فرمائی ہے یعنی تخمیناً **۹۰۰/نوسو سال** پہلے کی تصنیف کردہ یہ کتاب ہے اور اس کتاب میں آپ نے ملت اسلامیہ کے عظیم الشان ائمہ کرام کے اقوال اور ان کی تصانیف جلیلہ کے حوالہ جات سے ثابت فرمایا ہے کہ **گستاخ رسول کو موت کی ہی سزا دی جائے۔**

۵۴۴ھ میں اعلیٰ حضرت، عظیم البرکت، امام اہل سنت، مجدد دین وملت، **امام احمد رضا محقق بریلوی** علیہ الرحمۃ والرضوان کا وجود ہی نہ تھا۔ کیوں کہ آپ کی پیدائش ۱۲۷۲ھ میں ہے۔ جس کا مطلب یہ ہوا کہ مذکورہ عربی کتاب **"الشفاء"** کے مصنف حضرت **قاضی عیاض اندلسی** کے انتقال کے **۷۲۸/سال** کے بعد امام احمد رضا بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان کی ولادت ہوئی ہے۔ لہٰذا کوئی صلح کلی کٹ ملا کو یہ کہنے کی قطعاً کوئی گنجائش نہیں کہ ایسے سخت احکام اور قوانین بریلی شریف کی نوایجاد ہے۔

صرف مذکورہ عربی کتاب ''**الشفاء**'' ہی نہیں بلکہ فقہ اسلامی حنفی کی معتبر و مستند و معتمد کتب جلیلہ مثلاً ● فتاویٰ عالمگیری ● فتاویٰ شامی ● فتاویٰ قاضی خان ● درمختار ● فتح القدیر ● کتاب الخراج ● فتاویٰ بزازیہ ● فتاویٰ خیریہ وغیرہ سینکڑوں کتابوں میں متفقہ طور پر یہ حکم شریعت مرقوم ہے کہ **جہاں اسلامی حکومت ہو، وہاں گستاخ رسول کو موت کی ہی سزا دی جائے۔**

فقہ، حدیث اور دیگر اسلامی عنوانات پر مشتمل اسلامک لٹریچر میں صرف بطور قانون شریعت گستاخ رسول کے لیے سزائے موت نہیں لکھی ہوئی بلکہ اس قانون شریعت کو صرف کتاب و قرطاس تک محدود نہ رکھتے ہوئے اسے عملی جامہ بھی پہنایا گیا ہے۔ **کتب سیر و تواریخ** کی کئی معتمد و مستند تصانیف جو سینکڑوں سال پہلے ارقام کی گئیں ہیں، ان کتب سیر و تواریخ میں ایسے کثیر التعداد واقعات دستیاب ہیں کہ اسلامی حکومت کے زیر نظام ممالک کے سلاطین صالحین نے **گستاخ رسول کو علی الاعلان موت کی سزائیں دی ہیں۔**

بلکہ......کیا؟......کیا؟

کہیں آپ کے دل کی دھڑکن تیز نہ ہو جائے!!!

کیوں؟

شاید اس لیے کہ اس سے پہلے آپ نے ایسا کبھی نہ سنا ہوگا، نہ کبھی کتابوں میں پڑھا ہوگا، لیکن ہاں یہ ایک ایسی حقیقت ہے کہ جس کے انکار کی کوئی گنجائش ہی نہیں۔

ایسا کیا ہے؟ کہاں لکھا ہے؟ کیا لکھا ہے؟

حدیث شریف کی معتبر و مستند کتب مثلاً ● بخاری شریف ● مسلم شریف ● ابو داود شریف ● ترمذی شریف ● نسائی شریف ● ابن ماجہ شریف ● کنز العمال وغیرہ میں معتبر راویوں کی روایت فرمودہ احادیث سے مذکور ہے کہ خود حضور اقدس، سرور عالم، رحمۃ اللعالمین ﷺ نے اسلام سے منحرف ہونے والے مرتدین اور بارگاہ رسالت کے گستاخوں کو موت کی سزائیں فرمائی ہیں۔ اور وہ سزائیں بھی ایسے سخت اور عبرتناک انداز میں فرمائی ہیں کہ:

- مرتدین کے ہاتھ اور پاؤں کاٹے گئے۔
- لوہے کی سلاخیں Iron bar آگ میں گرم کر کے سرخ بنا کر مرتدوں کی آنکھوں میں جھوک کر آنکھیں پھوڑ ڈالی گئیں۔
- مرتدوں کے ہاتھ اور پاؤں مضبوط رسیوں سے باندھ کر انھیں دہکتی ہوئی دھوپ میں پتھریلی زمیں پر ڈال دیے۔ وہ مرتدین آگ برساتی دھوپ کی گرمی کی شدت سے تڑپ تڑپ کر موت کی آغوش میں جا پہنچے۔
- دھوپ کی شدت میں تڑپنے والے مرتدین ''العطش''، یعنی ''پیاس، پیاس'' پکارتے تھے اور منت وسماجت کر کے پانی مانگتے تھے، لیکن انھیں ایک قطرہ بھی پانی کا نہ دیا گیا اور وہ اسی حال میں تڑپ تڑپ کر مر گئے۔

■ فتح مکہ کے دن ''ابن خطل'' نام کا ایک گستاخ رسول خانۂ کعبہ کے غلاف سے لپٹ کر کھڑا تھا۔ حضور اقدس ﷺ نے اسے اسی حالت میں قتل کر دینے کا حکم صادر فرمایا۔ چنانچہ اسے خانۂ کعبہ کے غلاف سے لپٹی ہوئی حالت میں مقام ابراہیم کے قریب قتل کر دیا گیا۔

مذکورہ تمام واقعات احادیث کریمہ کی معتبر و مستند کتب میں آج بھی لکھے ہوئے موجود ہیں۔ ان واقعات کو ہم اصل متن یعنی عربی عبارت، راوی کا نام، کتاب کا نام، ناشر کا نام، سن طباعت، جلد نمبر، باب نمبر اور صفحہ نمبر وغیرہ تفصیل کے ساتھ ٹھوس حوالے کے زیور سے مزین کر کے ناظرین کرام کے گوش گزار کرنے کی سعادت حاصل کرنے جا رہے ہیں۔

دور حاضر کے وہابی، دیوبندی، تبلیغی، نجدی، غیر مقلد اہل حدیث، قادیانی، رافضی وغیرہ فرقۂ باطلہ کے متبعین علانیہ طور پر بلکہ شدّت تعصّب سے بارگاہ رسالت ﷺ میں توہین و گستاخی کر کے ''مرتد'' کے حکم میں ہیں۔ ان گستاخ رسول مرتدین کے ساتھ کچھ پلپلے سنّی لوگ بلکہ کچھ پیٹ بھرو صلح کلی کٹ مُلّے اپنے دل میں نرم گوشہ رکھتے ہیں۔ اور ان کے ساتھ نرمی، رواداری اور حسن و اخلاق کا ریشمی رویّہ اختیار کرتے ہیں اور حکمت عملی کا نام دے کر ان کے ساتھ دوستانہ تعلقات قائم کرتے ہیں۔ ایسے صلح کلی کٹ مُلّے اپنی تقریروں میں یہی بیان کرتے ہیں کہ **کسی کے ساتھ شدت اور سختی بھرا رویہ نہیں اپنانا چاہیئے بلکہ سب کے ساتھ میل ملاپ رکھنا چاہیئے** وہابی ہو یا اور کوئی بدمذہب ہو، سب کے ساتھ اخلاق سے پیش آنا چاہیئے اور سب کے ساتھ اسلامی بھائی چارے کا تعلق قائم کر کے مسلمانوں کا اتحاد برقرار رکھنا چاہیئے۔ ایسے صلح کلی کٹ ملے یہاں تک کہتے ہیں کہ سنی اور وہابی کے اختلاف کو بالائے طاق رکھ کر آپسی میل جول برقرار رکھنا چاہیئے۔ ہر وہ شخص جو لَا اِلٰـہَ اِلَّا اللّٰـہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ

(ﷺ) کا کلمہ پڑھتا ہو، وہ ہمارا دینی بھائی ہے۔ اس کے ساتھ اسلامی اخوت کا رشتہ قائم کر کے ملت اسلامیہ کے درمیان اتحاد و اتفاق کی فضا برقرار رکھنی چاہیئے۔

ایسے صلح کلی کٹ مُلاّ اور صلح کلی جاہل پیر اپنے ذاتی مفاد اور اپنی دنیوی ضروریات کی تکمیل کی غرض اور لالچ میں سنی اور وہابی دونوں فریق کے ساتھ اپنے تعلقات قائم کرتے ہیں اور دونوں کی نظروں میں اچھا، مصلح اور صلح پسند دکھائی دینے کے لیے ''تصلب فی الدین'' کے جذبہ صادق کو الوداع کر کے دوگلی پالسی اختیار کرتے ہیں۔ جاہل عوام ان صلح کلی ملاؤں اور پیروں کا اتباع کرتے ہوئے بدعقیدہ اور گمراہ فرقے کے لوگوں کے ساتھ نرمی اختیار کرتے ہیں اور ان کے ساتھ اٹھنا، بیٹھنا، کھانا، پینا، ملنا، جلنا، اور دیگر سماجی اور معاشی تعلقات قائم کر کے ان سے رشتہ ناطہ جوڑتے ہیں۔ ان کی میٹھی میٹھی باتیں اور دل فریب گفتگو سن کر متاثر ہوتے ہیں۔ قرآن اور حدیث کے نام پر ان کی طرف مائل ہوتے ہیں اور بالآخر ان کے دام فریب میں آ کر ان کی بچھائی ہوئی شکاری جال میں پھنس کر بدمذہبیت کا شکار بنتے ہیں اور اپنی بیش بہا اور انمول دولت ایمان سے ہاتھ دھو بیٹھتے ہیں اور بدعقیدگی کے گہرے دلدل میں غرق ہوتے ہیں۔

اس کتاب کا شروع سے آخر تک یکسوئی سے مطالعہ کرنے سے ان شاء اللہ گستاخ رسول کے ساتھ رکھی جانے والی نفرت کی شدت میں کافی اضافہ ہوگا اور ایک سچا مومن کہ جس کے دل میں حضور اقدس، جان ایمان ﷺ کی سچی محبت ہوگی، وہ کبھی بھی کسی بھی گستاخ رسول کے ساتھ کسی قسم کا تعلق و رشتہ نہیں رکھے گا بلکہ گستاخ رسول کے ساتھ نفرت اور بیزاری ہی رکھے گا۔

اللہ تبارک و تعالیٰ اپنے محبوب اعظم و اکرم، سید القاہرین علی اعدائے دین، حضرت

محمد مصطفیٰ ﷺ کے صدقہ وطفیل تمام سنی مسلمانوں کے ایمان کی حفاظت فرمائے اور بد مذہب منافقوں کے مکروفریب سے محفوظ اور مامون فرما کر زندگی کی آخری سانس تک تصلب کے ساتھ مسلک اعلیٰ حضرت امام احمد رضا علیہ الرحمۃ والرضوان پر قائم رکھے اور اس مسلک پر مضبوطی کے ساتھ قائم رکھتے ہوئے مدینہ طیبہ میں ایمان پر موت عطا فرمائے اور مدینہ طیبہ کی مقدس سرزمین میں دفن ہونے کی سعادت نصیب فرمائے۔ آمین۔ بجاہ سید المرسلین علیہ افضل الصلاۃ والتسلیم۔

مورخہ:-

۱۰؍ذی الحجہ ۱۴۳۲ھ مطابق
۷؍نومبر ۲۰۱۱ء عید دوشنبہ
بمقام: پوربندر۔

خانقاہ عالیہ قادریہ برکاتیہ، مارہرہ مقدسہ اور
خانقاہ رضویہ نوریہ بریلی شریف کا
ادنیٰ سوالی
عبدالستار ہمدانی ''مصروفؔ'' (برکاتی، نوری)

اخلاق محمدی ﷺ

تیرے خُلق کو حق نے عظیم کیا
تیری خَلق کو حق نے جمیل کیا
کوئی تجھ سا ہوا ہے ، نہ ہوگا شہا
تیرے خالقِ حسن و ادا کی قسم

(از: امام عشق ومحبت حضرت رضاؔ بریلوی)

حضور اقدس، رحمت عالم ﷺ کی مقدس حیات طیبہ کا گہرائی کے ساتھ مطالعہ کرنے سے یہ حقیقت آفتاب نیم روز کی طرح عیاں ہوگی کہ آپ نے اعلیٰ اخلاق، متواضع گفتگو، محبت آمیز سلوک، قول وفعل کی تواضع وانکساری، جودوسخا، احسان وانعام، صبر وتحمل، تربیت و اصلاح، خاطر مدارت، فروتنی، نرم رویہ، الفت ومحبت، نیک روی، تہذیب وتمدن کے اعلیٰ اسلوب اور دیگر اخلاقی محاسن پر مشتمل اپنی سادہ، صاف، شفاف، بے لوث و پرخلوص، بے مثل و بے مثال مقدس حیات طیبہ کے ذریعہ عالم دنیا کو جن اخلاقی محاسن اور امن وامان کا جو پیغام دیا ہے، وہ کل نوع انسانی کے لیے مشعل راہ ہے اور جس کے اتباع میں بھلائی، آسودگی اور نجات وسلامتی ہے۔

حضور اقدس، رحمت عالم ﷺ کی حیات طیبہ کے مختلف پہلو مثلاً پیدائش، بچپن، جوانی، پیری اور دنیا سے پردہ فرمانے تک کا ہر لمحہ ایک انفرادی حیثیت کا حامل ہے۔ پھر چاہے وہ ذاتی معاملہ ہو، اجتماعی اور سماجی معاملہ ہو، تجارتی، اقتصادی، معاشی، ازدواجی، خاندانی، سیاسی، روابطی، اندرونی، داخلی، بیرونی، مادی، انتظامی، ملکی امور، افواجی یا کسی بھی معاملہ

سے متعلق ہو، ہر معاملہ صرف اور صرف صداقت، متانت، دیانت، دیادنت، راست گوئی، امانت داری، راست بازی،عفو وکرم، جود وعطا،تواضع، برد باری، انکساری، خاکساری، روا داری، بلند خیالی،فراخ دلی، فیاضی،حلم وحکمت، اپنائیت،قرابت، اخلاق کی عمدگی،ملنساری، خوش کلامی،حسن سلوک اور معاملات کے حسین رویہ پر ہی مشتمل ہے۔

حضور اقدس، رحمت عالم ﷺ کے اخلاقی محاسن کا ایک عمدہ پہلو یہ بھی ہے کہ آپ پر کیے گئے ظلم وستم پر آپ نے ہمیشہ صبر کیا، جسمانی اور دیگر حملوں کے نتیجہ میں پہنچائی گئی تکالیف اور ضرر کے خلاف آپ نے کبھی بھی ایک لفظ اپنی زبان اقدس سے نہیں نکالا بلکہ اُف تک نہیں کیا بلکہ صبر وتحمل کے پیکر حسین ہونے کی مثال پیش فرما کر ہمیشہ اخلاق حسنہ وجمیلہ کا مظاہرہ فرمایا۔علاوہ ازیں بدلہ اور انتقام کا جذبہ آپ میں برائے نام بھی نہ تھا بلکہ اس کے برعکس عفوو کرم، معافی اور نوازش کی وہ بہتات وکثرت تھی کہ آپ کے کٹر دشمن اور خون کے پیاسے اعداء ومخالفین اتنے متاثر ہوئے کہ وہ آپ کے خلاف اپنے کردار اور ارتکاب پر شرمندہ اور نادم ہو کر آپ کی صداقت اور حقانیت کا صدق دل سے اعتراف واقرار کر کے آپ کی دست حق پرست پر ایمان لا کر اسلام میں داخل ہوگئے۔اسلام میں داخل ہونے کے بعد اپنی جان نثاری کا ایسا مظاہرہ کیا کہ ماضی میں انھوں نے اسلام کے خلاف جو بھی ارتکابات کیے تھے اس کے تدارک اور کفارہ میں صدق دل سے اسلام کی اعلیٰ خدمت انجام دی اور اپنے تن من دھن کی بازی لگا کر اپنا سب کچھ قربان کرنے کا جو کردار ادا کیا ہے، وہ اسلام کی تاریخ کے سنہرے اوراق میں طلائی حروف میں منقش ہے۔اسلام کی سچی خدمت انجام دے کر وہ بارگاہ رسالت ﷺ کے محبوب النظر بننے کی سعادت حاصل کر گئے۔

کچھ مثالیں واقعات وشخصیات کی روشنی میں پیش خدمت ہیں:

حضرت ابوسفیان بن حرب بن امیہ

جب تک ایمان نہیں لائے تھے، تب تک حضور اقدس ﷺ کے سب سے بڑے دشمن کی حیثیت سے عداوت اور بغض وعناد کے اندھے جوش میں حضور اکرم ﷺ کی دشمنی کا رول ادا کرنے میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھی تھی۔اسلام اور اہل اسلام کو نقصان پہنچانے کی ہر مہم کی سربراہی اور پشت پناہی کرنے میں ہمیشہ اہم کردار ادا کیا ہے۔مثلاً:

- جنگ بدر کے لیے کفار مکہ کو انھوں نے ہی اکسایا اور لشکر کفار کو مکہ سے مدینہ بلا کر بمقام ”بدر“ جمع کیا اور پھر خود بھی لشکر قریش مکہ میں شامل رہے۔
- جنگ بدر کے مقتولین کا انتقام لینے اور مسلمانوں کو نیست ونابود کرنے کی غرض سے ایک عظیم لشکر کی تشکیل وتربیت کے لیے انھوں نے دار الندوۃ نامی کمیٹی ہال میں مکہ کے ذی اثر اہل ثروت لوگوں کی میٹنگ بلائی اور اس میٹنگ میں جذباتی انداز میں تقریر کر کے حاضرین کے جذبات کو اسلام کے خلاف ابھارا اور لشکر کی تشکیل کی تیاری کرنے کے لیے ۲۰۰۰۰ربیس ہزار مثقام جیسی بھاری رقم کا چندہ جمع کیا اور اس چندہ سے ایک عظیم لشکر جمع کرنا شروع کیا۔
- ۳ھ میں حضرت ابوسفیان کی سپہ سالاری اور سرداری کے تحت ایک عظیم لشکر کفار مکہ سے روانہ ہو کر مدینہ طیبہ پر حملہ کرنے آپہنچا اور ”احد“ پہاڑ کے دامن میں ایک معرکہ وقوع پذیر ہوا۔جو اسلامی تاریخ میں ”جنگ احد“ کے نام سے مشہور ہے۔
- ۵ھ میں حضرت ابوسفیان نے ”خیبر“ کے یہودیوں سے مدد طلب کی اور یہود اور کفار کا مشترکہ Jointly لشکر لے کر انھوں نے ۱۰۰۰۰ردس ہزار افراد پر مشتمل

لشکر کے ساتھ مدینہ منورہ پر حملہ کیا اور ''غزوۂ احزاب''، یعنی ''جنگ خندق'' کا تاریخی واقعہ پیش آیا۔

- جنگ خندق میں ناکامیاب ہوکر لوٹنے کے بعد حضرت ابوسفیان نے مکہ معظّمہ سے ایک بدوی شخص کو مدینہ طیبہ اس غرض ومقصد سے بھیجا کہ وہ بدوی شخص موقع پاتے ہی حضور اقدس، جان عالم ﷺ کو شہید کردے۔ حضرت ابوسفیان نے اس شخص کو سواری کا جانور اور زادراہ اپنی طرف سے دیا تھا۔ وہ شخص مدینہ منورہ آیا اور اپنے ناپاک ارادے کو عمل میں لانے سے پہلے پکڑا گیا، گرفتار ہوکر حضور اقدس ﷺ کی بارگاہ بےکس پناہ میں حاضر ہوا، حضور رحمت عالم ﷺ نے اس کا قصور معاف فرمادیا، لہٰذا وہ مسلمان ہوگیا۔

(**حوالہ** : مدارج النبوۃ، از: شیخ محقق شاہ عبدالحق محدث دہلوی، اردو ترجمہ، جلد نمبر۲، صفحہ نمبر۳۰۲)

- ۶ھ میں حضور اقدس ﷺ مدینہ منورہ سے بہ نیت عمرہ مکہ معظّمہ کے لیے روانہ ہوئے۔ حضرت ابوسفیان نے حضور اقدس ﷺ کا مکہ معظّمہ میں داخلہ روکنے کے لیے مشرکین مکہ کو جمع کرکے اکسایا اور ''جدہ'' کے راستہ پر واقع ''موضع بلدہ'' پر لشکر کفار کا پڑاؤ ڈلوایا اور مزاحم ہوکر داخلہ روکا۔ چنانچہ بالآخر ''صلح حدیبیہ'' ہوئی اور حضور اقدس ﷺ مکہ معظّمہ میں داخل نہ ہوئے اور عمرہ کیے بغیر مدینہ طیبہ واپس تشریف لے گئے۔

- صلح حدیبیہ کے بعد حضور اقدس، رحمت عالم ﷺ نے شاہ روم یعنی ہرقل بادشاہ کو اسلام کی دعوت کا مکتوب (خط) ارسال فرمایا۔ اس وقت اتفاق سے حضرت ابو

سفیان تجارت کے سلسلہ میں ملک شام Syria آئے ہوئے تھے۔ جب ان کو حضور اقدس ﷺ کا خط آنے کی اطلاع ہوئی، تو انھوں نے ہرقل بادشاہ کے دربار میں جاکر حضور اقدس ﷺ کے خلاف ہرقل بادشاہ کے خوب کان بھرے اور کذب بیانی سے کام لیا۔

(**حوالہ** : مدارج النبوۃ، اردو ترجمہ، جلد نمبر۲، صفحہ نمبر۳۸۱)

◆ حضرت ابوسفیان کے قبول اسلام کا واقعہ:

مختصر یہ کہ اسلام اور حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے خلاف کوئی بھی تحریک یا کوئی بھی محاذ ہو، ابوسفیان بن حرب اس میں بڑی گرم جوشی سے حصہ لیتے اور اسلام کے خلاف اپنی تمام تر طاقت ودولت صرف کرتے، لیکن ان کی تقدیر میں ایمان لکھا ہوا تھا۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں فتح مکہ کے دن ۸ھ میں حاضر ہوئے۔ اپنے ماضی کے افعال پر ندامت وشرمندگی کا اظہار کرکے معذرت خواہ ہوئے اور سورۂ یوسف میں مذکور برادران حضرت یوسف علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کا مقولہ جس کی حکایت قرآن نے کی:

﴿لَقَدْ اٰثَرَکَ اللّٰهُ عَلَیْنَا وَ اِنْ کُنَّا لَخٰطِئِیْنَ﴾

(سورۂ یوسف، آیت:۹۱)

ترجمہ: ''بے شک اللہ نے آپ کو ہم پر فضیلت دی اور بے شک ہم خطا وار تھے۔'' (کنز الایمان)

جواب میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے وہی فرمایا جو حضرت

یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے بھائیوں سے فرمایا تھا۔یعنی:

”لَا تَثْرِیْبَ عَلَیْکُمُ الْیَوْمَ یَغْفِرُ اللّٰہُ لَکُمْ وَھُوَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِیْنَ“

(سورۂ یوسف، آیت:۹۲)

ترجمہ: ”آج تم پر کچھ ملامت نہیں۔اللہ تمھیں معاف کرے اور وہ سب مہربانوں سے بڑھ کر مہربان ہے۔“ (کنزالایمان)

حضرت ابوسفیان رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دست حق پرست پر ایمان لائے۔حضور نے ان کی تمام خطائیں معاف فرما کر اخلاق کریمہ کا مظاہرہ فرمایا۔ حالانکہ حضرت ابوسفیان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسلام لانے سے پہلے حضور کو اتنا ستایا تھا کہ اگر حضور اقدس کے بجائے دنیا میں اور کسی کو اتنا ستانے کے بعد معافی کے طلب گار ہوتے تو معافی ملنے کی کوئی امید نہ ہوتی۔ بلکہ جان کے لالے پڑ جاتے۔لیکن حضور اکرم رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کمال عفو وکرم سے ان پر نگاہ لطف وعنایت فرما کر معاف فرمادیا۔ بلکہ اپنے دامن میں پناہ عطا فرمائی:

چور حاکم سے چھپا کرتے ہیں یاں اس کے خلاف
ترے دامن میں چھپے چور انوکھا تیرا

اور

کرکے تمہارے گناہ مانگیں تمہاری پناہ
تم کہو دامن میں آ تم پہ کروروں درود

(از:- امام عشق ومحبت، حضرت رضاؔ بریلوی)

◆ حضرت ابوسفیان کی ناقابل فراموش خدمات:

حضور اکرم، رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اخلاق جمیلہ نے حضرت ابوسفیان کو ایسا گرویدۂ اسلام کر دیا کہ انھوں نے اپنی ماضی کی خطاؤں کا کفارہ ادا کرتے ہوئے خلوص دل سے اسلام کی زریں خدمات انجام دیں۔اپنی تمام صلاحیتوں کو اسلام کے فروغ کے لئے ہی استعمال کیں اور ان کا شمار اکابر صحابہ کرام میں ہونے لگا۔حضرت ابوسفیان نے اسلام اور بانیٔ اسلام کی جو بیش بہا خدمات انجام دیں ہیں، اس کی کچھ جھلکیاں ذیل میں ملاحظہ فرمائیں:

- جنگ حنین ۸ھ میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ہم رکاب تھے اور حضور کی سواری کی لگام تھامے ہوئے تھے۔
- جنگ طائف ۸ھ میں حضور کے ساتھ شریک ہوئے۔اس جنگ میں تیر لگنے کی وجہ سے حضرت ابوسفیان کی ایک آنکھ جاتی رہی۔حضور نے انھیں جنت میں آنکھ ملنے کا وعدہ فرمایا۔(مدارج النبوۃ، جلد:۲، ص:۵۲۸)
- حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حکم سے عرب کے بڑے بت منات کے بت خانے کو منہدم کر دیا۔
- حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر رہ کر وحی الٰہی کی کتابت کی خدمت انجام دی۔
- ملک شام میں لشکر اسلام کے ساتھ رہ کر بڑی جاں فشانی سے رومیوں سے لڑے۔خصوصاً جنگ یرموک کے بارہویں دن جب اسلامی لشکر نے

ہزیمت اُٹھائی اور مجاہدین اسلام پیچھے ہٹنے لگے، تب حضرت ابوسفیان نے للکار کر دادِ شجاعت دیتے ہوئے اسلامی لشکر کو ثابت قدم رکھا۔

- ⊙ جنگ یرموک میں ہی حضرت ابوسفیان تیر لگنے کی وجہ اپنی دوسری آنکھ بھی کھو بیٹھے اور وہ دونوں آنکھ سے نابینا ہو گئے۔
- ⊙ ملک شام میں حضرت ابوسفیان نے جنگ دمشق، جوسیہ، رستن، قنسرین، بعلبک، حمص اور یرموک میں اپنی خدمات پیش کیں۔

حضرت خالد بن ولید

حضرت خالد بن ولید بن مغیرہ المخزومی القرشی کہ جن کا شمار اجلہ صحابہ کرام میں ہوتا ہے۔اور حضرت خالد رضی اللہ تعالیٰ عنہ اسلامی تاریخ میں ''سیف اللہ'' یعنی ''اللہ کی تلوار'' کے نام سے مشہور و معروف ہیں۔ان کا واقعہ بھی عجیب و غریب ہے:

حضور اقدس جان ایمان صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سب سے بڑے گستاخ ولید بن مغیرہ کے آپ بیٹے تھے۔حضرت خالد اشراف واعیان قریش میں سے تھے۔زمانہ جاہلیت میں گھوڑوں کی عنان ان کے ہاتھ میں تھی۔نو عمری کے زمانہ سے ہی وہ شجاع، بہادر، جنگجو، ماہر فن جنگ، اور تلوار کے دھنی تھے۔صلح حدیبیہ تک وہ کافروں کے ساتھ رہے اور اسلام کے خلاف لڑتے رہے۔مثلاً:

- ✪ جنگ اُحد ۳ھ میں لشکر کفار و مشرکین کے آپ مقدمۃ الجیش تھے۔
- ✪ جنگ اُحد میں لشکر کفار نے ہزیمت اُٹھائی اور شکست سے دوچار اور پسپا ہو کر بھاگ رہا تھا۔لیکن خالد نے مشرکوں کی ایک جماعت کے

ساتھ پہاڑ کے پیچھے سے آ کر اسلامی لشکر پر حملہ کر دیا اور حضرت عبد اللہ بن جبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ان کے ساتھیوں کو شہید کر دیا اور جنگ کا تختہ پلٹ دیا۔

- ✪ ۶ھ میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو صلح حدیبیہ کے موقع پر مکہ معظّمہ میں داخل ہونے سے روکنے کے لئے جدہ کے راستے پر موضع بلدہ میں لشکر کفّار کے سرغنہ کی حیثیت رکھتے تھے۔

لیکن ۷ھ میں حضرت خالد بن ولید کی قسمت کا ستارہ چمکا۔جنگ موتہ ۸ھ کے دو ماہ قبل اسلام سے مشرف ہوئے۔(حوالہ:- مدارج النبوۃ، اُردو ترجمہ، جلد:۲، ص:۹۳۵) بعض اہل سیر حضرت خالد کا قبول اسلام ۸ھ میں بتاتے ہیں۔

◆ حضرت خالد کا قبول اسلام کا واقعہ

حضرت خالد بن ولید کو جب اسلام کی حقانیت کا احساس ہوا اور حق و باطل کا صاف اور بین امتیاز نظر آیا، تو انھوں نے باطل کے مقابلے میں حق کو ترجیح اور اہمیت دی اور اسلام قبول کرنے کا فیصلہ کیا اور اپنے فیصلہ کو عملی جامہ پہنانے کے لیے حضور اقدس، جان ایمان ﷺ کی بارگاہ بیکس پناہ میں حاضر ہوئے اور پھر کیا ہوا؟

جب حضرت خالد بن ولید بارگاہ رسالت میں حاضر ہوئے اور سلام پیش کیا، تو حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے خندہ پیشانی سے ان کے سلام کا جواب عنایت فرمایا اور تبسم فرمایا۔نظر سے نظر کیا ملی؟ کہ حضرت خالد نے اپنا دل سرکار دو جہاں کے قدموں میں رکھ دیا۔خدا کے محبوب اعظم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اخلاق کریمہ نے ایسا دیوانۂ عشق کر دیا کہ ماضی میں اسلام کشی کی جو خطائیں سرزد ہوئی تھیں، ان خطاؤں پر شرمندگی کا اظہار کرتے

ہوئے حضرت خالد نے عرض کیا کہ:

''یارسول اللہ! آپ نے ملاحظہ فرمایا ہے کہ میں نے نیکی کی راہوں میں حق کے ساتھ کیسی کیسی دشمنیاں کی ہیں۔ اب دعا فرمایئے کہ حق تعالیٰ انھیں معاف فرمادے اور میرے گناہوں کو بخش دے۔''

جواب میں رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ''اَلإِسْلَامُ يَجُبُّ مَا قَبْلَهُ'' یعنی اسلام قبول کرنا اگلے گناہوں کو محو کردیتا ہے اور سب خطاؤں کو مٹادیتا ہے۔

(حوالہ:- مدارج النبوۃ، جلد:۲، ص:۴۵۰)

اپنے سامنے شرمندہ اور نادم ہونے والے کی اس طرح دلجوئی فرما کر مغفرت کی بشارت سنانے کا نسخہ ایسا کارآمد ہوا کہ اُس وقت سے لے کر دم آخر تک حضرت خالد بن ولید نے اسلام کی وہ خدمات انجام دیں کہ حضرت خالد کا مبارک اسم گرامی صرف اسلامی تاریخ میں ہی نہیں بلکہ دنیا کی تاریخ میں سنہری حروف سے منقش ہوگیا۔ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور اقدس رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ظاہری حیات طیبہ میں اور پردہ فرمانے کے بعد بھی دین اسلام کی تائید وتقویت کے لئے مساعی جمیلہ وعظیمہ انجام دینے میں کسی قسم کی کوتاہی نہیں کی۔

◆ حضرت خالد بن ولید کی خدمات جلیلہ:

- جنگ موتہ ۸ھ میں تین ہزار کا اسلامی لشکر لے کر آپ رومیوں کے ایک لاکھ کے عظیم لشکر سے بھڑ گئے اور رومیوں کو شکست فاش دی۔ جنگ موتہ میں آپ نے جو دلیری دکھائی، اس سے خوش ہوکر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے آپ کو ''سیف اللہ'' کے لقب سے سرفراز فرمایا۔

- جنگ موتہ کا اختصاراً بیان پیش خدمت ہے کہ:

جنگ موتہ کے ابتدائی مرحلہ میں ہی اسلامی لشکر کے تین سپہ سالار (علمبردار) (۱) حضرت زید بن حارثہ (۲) حضرت جعفر بن ابی طالب اور (۳) حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم شہید ہوگئے۔ ان تینوں عظیم الشان علم برداروں کے شہید ہوجانے کے نتیجہ میں اسلامی لشکر کے مجاہدوں کا حوصلہ پست ہوگیا، مجاہدین کے قدم ڈگمگا گئے اور جوش وخروش سے دشمنوں کا مقابلہ کرنے کے بجائے پیچھے ہٹنے لگے۔ ایک لاکھ رومی مشرکین کا لشکر بلند حوصلہ ہوکر مٹھی بھر اسلامی لشکر کے مجاہدوں پر ٹوٹ پڑا تھا اور مجاہدوں کو ایسا نرغہ میں لے لیا تھا کہ اسلامی لشکر کا مجاہد یکے بعد دیگرے شہید ہوکر اپنے گھوڑے سے زمین پر گر رہا تھا۔ مجاہدوں کے اس طرح شہید ہونے کی وجہ سے رومی لشکر کے سپاہی شدت سے حملہ آور ہوکر اسلامی لشکر کو نیست ونابود کرنے کے مصمم عزم سے آگے بڑھ رہے تھے۔ اسلامی لشکر کے مجاہدین پیچھے ہٹ کر بکھر رہے تھے اور ایسا محسوس ہورہا تھا کہ اسلامی لشکر شکست سے دوچار ہوکر راہ فرار اختیار کرے گا۔ بڑا ہی نازک اور سنگین مرحلہ تھا۔ ایسے مشکل اور دشوار وقت میں حضرت خالد بن ولید نے اسلامی لشکر کی کمانڈ سنبھالی اور مجاہدوں میں نیا جوش اور جذبہ بھرا اور دشمن کے حملہ کو ناکام بنانے کے لیے جوانمردی کے ساتھ جوابی حملہ کرنے کی ترغیب دی اور خود نے بھی ایک بپھرے ہوئے شیر کی مانند ایسا جوابی حملہ دشمن کے لشکر پر کیا کہ دشمن کے لشکر کی صفوں کو الٹ پلٹ کر رکھ دیا، حضرت خالد کی تلوار ایسی برق رفتاری سے گھومتی تھی کہ دشمنوں کے سروں کو گاجر اور مولی کی طرح کاٹ کر رکھ دیا۔ حضرت خالد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی جواں مردی اور بہادری کو دیکھ کر اسلامی لشکر کا ہر مجاہد شیر ببر کی مانند حملہ آور ہوا۔ رومی لشکر کے بزدل اور ناکارہ سپاہی اسلامی لشکر کے مجاہدوں کی تلواروں کی شدت آمیز ضربوں کی تاب لانے

سے قاصر ہوکر کٹنے لگے اور کشتہ ہوکر خاک وخون میں تڑپ تڑپ کر مرنے لگے اور دیکھتے دیکھتے ہی رومی لشکر کے سپاہیوں کی لاشوں کے ڈھیر لگ گئے۔

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آن کی آن میں جنگ کا تختہ پلٹ دیا، تھوڑی دیر پہلے شدت کی ضربیں لگا کر حملہ کرنے والے رومی عیسائی لشکر کے سپاہی اسلامی لشکر کے بپھرے ہوئے شیروں کے ہاتھوں بھیڑ بکریوں کی طرح لقمۂ اجل بن رہے ہیں۔حضرت خالد بن ولید کی دلیری اور بہادری کا اندازہ صرف اس بات سے ہی آجائے گا کہ جنگ موتہ کے دن حضرت خالد کے ہاتھ میں ۹/نو تلواریں ٹوٹیں اور حضرت خالد کی جواں مردی نے اسلامی لشکر میں وہ جوش پیدا کیا کہ ایک لاکھ کی تعداد پر مشتمل رومی نصرانی لشکر نے پیٹھ دکھائی اور دم دبا کر راہ فرار اختیار کی اور اسلامی لشکر کو عظیم فتح اور کامیابی حاصل ہوئی۔

- آپ نے اپنی زندگی میں ایک سو سے زیادہ جنگوں میں شرکت فرما کر عظیم فتوحات حاصل کیں، جنگ بازی میں ایسے منہمک وکوشاں رہے کہ آپ کے جسم میں ایک بالشت ایسا حصہ نہیں تھا جہاں نیزہ، تیر اور تلوار کے زخم نہ لگے ہوں۔ ملک شام کی فتوحات میں حضرت خالد بن ولید کی شجاعت و دلیری، جوانمردی و بہادری اور فن جنگ کی مہارت کا بیان پڑھ کر قارئین کرام واقعی حیرت زدہ رہ جائیں گے۔
- مدعی نبوت مسیلمہ کذاب کے چالیس ہزار جنگجو لشکر کے ساتھ ۱۱ ھ میں جنگ یمامہ ہوئی۔ اسلامی لشکر کے سپہ سالار حضرت خالد رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے۔اس جنگ میں مسیلمہ مارا گیا۔
- مدعی نبوت طلیحہ بن خویلد اسدی کی سرکوبی کے لئے امیر المؤمنین حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت خالد کو اسلامی لشکر کا امیر مقرر کر کے بھیجا تھا۔

- حضرت خالد بن ولید نے کاتب بارگاہ رسالت کی حیثیت سے بھی اپنی خدمات پیش کی ہیں۔

حضرت عکرمہ بن ابوجہل بن ہشام

ابوجہل کا نام حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دشمنوں میں سرفہرست ہے۔ اسلام اور حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سب سے بڑے عدو اور بدخواہ کی حیثیت سے اس نے اپنا مال پانی کی طرح بہایا اور اپنی جان بھی عداوت رسول میں جنگ بدر کے دن ضائع کی۔اسی ابوجہل کے بیٹے عکرمہ بن ابی جہل بھی اپنے باپ کے نقش قدم پر چل کر حضور اکرم رحمت عالم وجان عالم کی ایذا رسانی اور تکلیف دہی میں مشہور تھے۔اسلام کے خلاف ہر محاذ پر وہ اشقیاء کے گروہ کے سردار اور سربرآوردہ تھے۔اپنے باپ کے وارث اور جانشیں ہونے کی وجہ سے اسلام کی عداوت کی شناعت انھیں ورثہ میں ملی تھی۔مثلاً:

✪ ۸ ھ تک جتنے غزوات ہوئے ان تمام غزوات میں عکرمہ بن ابی جہل نے شرکت کر کے لشکر کفار کی سرداری اور قیادت کی۔

✪ ۳ ھ جنگ اُحد میں پہاڑ کے پیچھے سے گھوم کر اسلامی لشکر پر حملہ کرنے میں وہ حضرت خالد بن ولید کے ہمراہ تھے۔

✪ صلح حدیبیہ کے موقع پر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو مکہ معظمہ میں داخل ہونے سے روکنے کے لئے لشکر کفار کا جو ہراول دستہ بنایا گیا تھا اس

میں حضرت خالد کے ہمراہ تھے۔

✪ ۸ھ فتح مکہ کے دن وہ اپنے ایک قدیم ساتھی اور دوست حضرت خالد بن ولید کے مقابلے میں کفار کی جانب سے بمقام خرورہ میں شدت سے لڑے۔

حضرت عکرمہ کے قبول اسلام کا واقعہ:

جب مکہ معظّمہ فتح ہوکر مسلمانوں کے قبضہ میں آ گیا، تو عکرمہ بن ابی جہل اپنی جان بچانے کے لئے ساحلی علاقے میں چلے گئے۔ عکرمہ کی بیوی حضرت ام حکیم بنت حارث نے اسلام قبول کرکے اپنے شوہر کے لئے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے امان حاصل کرکے اس کی جستجو میں نکلی ہوئی تھی۔ جب ام حکیم اپنے شوہر عکرمہ سے ملی تو اطلاع دی کہ میں نے تیرے لئے رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے امان حاصل کرلی ہے۔ عکرمہ نے جب امان ملنے کی خبر سنی تو وہ حیران اور متعجب ہوکر کہنے لگے کہ محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کو میں نے بے شمار ایذائیں اور تکلیفیں پہنچائی ہیں، اس کے باوجود بھی انھوں نے مجھے امان دی ہے؟ ام حکیم نے کہا کہ ہاں! حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اتنے زیادہ رحم دل اور کریم ہیں کہ ان کی جتنی بھی تعریف کی جائے کم ہے۔ عکرمہ بن ابی جہل اپنی زوجہ ام حکیم کے ساتھ مکہ معظّمہ لوٹ کر حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے۔ حضور نے انھیں مرحبا کہا۔ عکرمہ نے عرض کیا کہ کیا واقعی آپ نے مجھے امان دی ہے؟ فرمایا ''ہاں! میں نے امان دی ہے۔'' حضرت عکرمہ نے فوراً کلمۂ شہادت پڑھا اور مشرف باسلام ہوئے۔

پھر حضرت عکرمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے انتہائی شرمساری سے اپنا سر جھکا کر عرض کیا

کہ ''یارسول اللہ! ہر وہ دشمنی، بے ادبی، گستاخی، غیبت اور برائی آپ کے ساتھ جو ہوسکتی تھی میں نے کی ہے۔ اب دعا فرمائیں کہ حق تعالیٰ مجھے معاف فرمائے اور مجھے بخش دے۔ حضور اقدس رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دست اقدس اٹھا کر دعا فرمائی اور جو کچھ حضرت عکرمہ نے کیا تھا اس کی معافی وبخشش خدائے تعالیٰ سے مانگی۔ حضرت عکرمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ محوِ حیرت تھے۔ جس ذات گرامی کو ستانے میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہ کیا اور راہ میں کانٹے بچھانے میں حد درجہ کوشش کی تھی اور جس کی سزا گردن زنی کے سوا اور کچھ نہیں ہوسکتی۔ لیکن آفریں! صد آفریں! اس ذات کریمہ کے اخلاق جمیلہ پر کہ انتقام لینا تو درکنار بلکہ دعائے مغفرت سے نواز رہے ہیں۔ ہاں ہاں! یہ وہی ہیں جو عفو وکرم میں یکتائے زمانہ ہیں۔ جود وسخا میں بے مثل ومثال ہیں۔ ان کی غلامی سند ہے حیات جاویدانی کی۔ ان کے قدموں پر مٹ جانے میں دائمی بقا ہے۔ اب ان کے قدموں سے ہی لپٹے رہنے میں فلاح وبھلائی ہے۔ ان کے مقدس عشق میں اپنے آپ کو جلا کر راکھ کر دینے سے ماضی کے گناہ جل کر راکھ ہو جائیں گے اب ان سے کبھی بھی دور نہ ہونا چاہئے:

شمع طیبہ سے میں پروانہ رہوں کب تک دور
ہاں جلا دے شرر آتش پنہاں ہم کو

(از:- امام عشق ومحبت حضرت رضاؔ بریلوی)

حضرت عکرمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دل میں جذبات کا سمندر اُمنڈ پڑا اور اپنے ولولۂ عشق کا بارگاہ رسالت میں ان الفاظ میں اظہار فرمایا کہ یارسول اللہ! زمانہ جاہلیت میں حق کی مخالفت میں جتنا مال خرچ کیا ہے، میری تمنا ہے کہ اس سے زیادہ اب راہ حق میں صرف کروں۔ جتنی جنگیں خدا کے محبوب ومقبول بندوں سے لڑی ہیں اس سے دوگنی جنگ اب دشمنان خدا سے لڑوں۔ اس کے بعد حضرت عکرمہ نے کفار ومشرکین کے ساتھ اپنے عہد

وپیمان، دوستی اور قرابت کے تمام رشتے توڑ دیئے اور پیارے آقا ومحبوب مولیٰ کی غلامی کی زنجیروں میں اپنے آپ کو جکڑ دیا:

دیو کے بندوں سے ہم کو کیا غرض
ہم ہیں عبد مصطفیٰ پھر تجھ کو کیا

(از:- امام عشق ومحبت حضرت رضؔا بریلوی)

حضرت عکرمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنی زندگی کی آخری سانس تک دین اسلام کی خدمت میں ہمہ تن مشغول ومصروف رہے اور کفار ومشرکین سے ہر محاذ پر لڑتے رہے۔ مثلاً:

- نبوت کا جھوٹا دعویٰ کرنے والا اسود عنسی نے صنعاء کے بادشاہ شہر بن باذان کو قتل کرکے اہل صنعاء پر اپنا غلبہ اور تسلط قائم کیا، تو اس کی سرکوبی کے لئے حضرت عکرمہ کو اسلامی لشکر کا امیر بنا کر بھیجا گیا تھا۔
- اسلام کی بنیادیں مستحکم کرنے آپ اسلامی لشکر کے ہمراہ ملک شام گئے تھے۔ اور دمشق، جوسیہ، رستن، قنسرین، بعلبک اور حمص کی جنگ میں رومیوں سے لڑے اور داد شجاعت دی۔
- حمص کے قلعہ کی جنگ میں لڑتے ہوئے۔ آپ نے جام شہادت نوش فرمایا۔ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ)

حضرت عمرو بن العاص بن وائل قرشی

حضرت عمرو بن العاص عرب کے دانشوروں اور رؤسا میں سے تھے۔ وہ صاحب فہم وفراست اور مدبر وباصلاحیت شخص تھے۔ بہت ہی بہادر اور شجاع، فن جنگ اور لڑائی کے معاملات میں وہ اپنی مثال اپنے آپ تھے۔ ۸ھ تک مشرکین کے گروہ میں رہ کر اسلام کے

خلاف متحرک وسرگرم رہے اور مسلمانوں سے لڑتے رہے۔

- رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی دعوت توحید پر لبیک کہنے والے مومنین کو کفار مکہ نے شدید تکالیف دینی شروع کیں، تو اعلان نبوت کے پانچویں سال (۶۱۳ء) میں کچھ مسلمانوں نے مکہ سے حبشہ ہجرت کی تھی۔ حبشہ سے مسلمانوں کو جلاوطن کرانے اور مسلمانوں کے خلاف شاہ حبشہ نجاشی کے کان بھرنے، مکہ سے مشرکوں کا ایک وفد عمرو بن العاص کی قیادت میں حبشہ گیا تھا۔
- ۵ھ میں دس ہزار کفار کا لشکر مدینہ پر حملہ کرنے آ پہنچا اور غزوۂ خندق (احزاب) وقوع میں آیا۔ اس جنگ میں عمرو بن العاص کفار کے لشکر کے اہم رکن تھے۔

لیکن عمرو بن العاص کی تقدیر میں اسلام اور حضور اکرم کی عظیم خدمات کرنے کی سعادت مکتوب تھی۔ ۸ھ میں وہ حبشہ میں تھے۔ حبشہ کے بادشاہ نجاشی کے ساتھ ان کے تعلقات اور بہتر مراسم تھے بلکہ شاہی دربار تک ان کی رسائی تھی۔ اتفاقاً حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا مبارک خط لے کر حضرت عمرو بن ضمری رضی اللہ تعالیٰ عنہ بحیثیت قاصد، نجاشی کے پاس آئے۔ جب عمرو بن العاص کو اس کی اطلاع ہوئی تو انھوں نے نجاشی بادشاہ سے کہا کہ عمرو بن امیہ ضمری کو میرے حوالے کردو تاکہ میں انھیں قتل کرکے قریش کے سامنے سرخ رُو بنوں۔ شاہ حبشہ نجاشی عمرو بن العاص کی یہ فرمائش سن کر توبہ کرنے کے انداز میں اپنے رخساروں کو تھپتھپایا اور کہا کہ:

''میں کیوں کر اس مقدس ہستی کے قاصد کو تمہارے حوالہ کروں جس ہستی کی خدمت

میں ناموس اکبر (حضرت جبرئیل کا لقب) حاضر ہوتے ہیں اور وہ ہستی خدا کا رسول برحق ہے۔"

اس کے بعد شاہ نجاشی نے عمرو بن العاص کو فہمائش کرتے ہوئے فرمایا کہ:

"اے عمرو! میری بات غور سے سن! اور حضور اقدس کی پیروی اختیار کر۔"

حضرت عمرو بن العاص کا قبول اسلام:

شاہ حبشہ نجاشی کی نصیحت نے حضرت عمرو بن العاص کے دل کی دنیا پلٹ دی۔ ایمان ان کے دل میں نصب ہوگیا اور مدینہ طیبہ کی طرف چل دیئے۔ جب موضع "ہدہ" نامی مقام پر پہنچے تو وہاں ان کی ملاقات حضرت خالد بن ولید سے ہوئی جو ایمان لانے کی نیت سے مکہ سے مدینہ جارہے تھے۔ دونوں میں ملاقات ہوئی، تبادلہ خیال ہوا تو راز کھلا کہ دونوں ایک ہی ارادہ سے نکلے ہیں۔ چنانچہ دونوں حضرات ایک ساتھ بارگاہ رسالت میں حاضر ہوئے اور کلمہ شہادت پڑھ کر ایمان کی لازوال دولت حاصل کی۔ پہلے حضرت خالد نے کلمۂ توحید کا اقرار کیا اس کے بعد حضرت عمرو بن العاص حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سامنے حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ:

"یارسول اللہ! اپنا دست اقدس بڑھایئے تا کہ میں بیعت کروں۔"

حضرت عمرو بن العاص کی گزارش پر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنا دست مبارک بڑھایا لیکن عمرو بن العاص نے اپنا ہاتھ کھینچ لیا۔ حضور نے فرمایا: "اے عمرو! کیا بات ہے؟ ہاتھ کیوں کھینچ لیا؟

عرض کیا: میری ایک شرط ہے۔

فرمایا: کیا شرط ہے؟

عرض کیا: شرط یہ ہے کہ میرے گناہ بخش دیئے جائیں۔

فرمایا: اے عمرو! کیا تمھیں معلوم نہیں کہ ایمان پچھلے تمام گناہوں کو معاف کر دیتا ہے۔ اور دارکفر سے ہجرت کر کے دارالسلام آنا اور حج کرنا یہ دونوں عمل ایسے ہیں کہ ہر ایک سابقہ تمام گناہوں کو ناپید اور محو کر دیتا ہے۔

(حوالہ: معارج النبوۃ، اُردو ترجمہ، جلد:۲، ص:۴۴۹ تا ۴۵۲)

حضرت عمرو بن العاص کی عظیم الشان خدمات:

الغرض ۸ھ میں فتح مکہ سے چھ ماہ قبل حضرت عمرو بن العاص مشرف بہ ایمان ہوئے۔ اس وقت سے لے کر تادم مرگ انھوں نے اسلام کی عظیم خدمات سرانجام دیں۔ مثلاً:

- جنگ ذات السلاسل ۸ھ میں ان کو حضور اقدس نے امیر لشکر مقرر فرمایا۔
- حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نو ہزار کے لشکر پر انھیں سردار بنا کر فلسطین بھیجا اور فلسطین ان کے ہاتھوں فتح ہوا۔
- ملک شام کی تمام جنگوں میں آپ حاضر رہے اور ملک شام پر پرچم اسلام لہرانے میں آپ نے اہم کردار ادا کیا۔
- خلافت فاروقی میں آپ نے مصر فتح کیا۔
- خلافت عثمانی میں آپ نے اسکندریہ فتح کیا۔

عشق رسول کے کیف میں سرشار ہو کر حضرت عمرو بن العاص ملک شام ومصر کے طاقتور اور جنگجو حاکموں سے بڑی دلیری سے ٹکرائے۔ قلیل تعداد کے اسلامی لشکر سے

لاکھوں کی تعداد پر مشتمل رومی لشکروں کو خاک وخون میں ملا دیا۔

حضرت وحشی بن حرب حبشی غلام

وحشی نام کا ایک حبشی، جبیر بن مُطعم بن عدی کا غلام تھا۔ جنگ بدر میں جبیر بن مطعم بن عدی کے چچا طعیمہ بن عدی کو سید الشہداء حضرت امیر حمزہ بن عبد المطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے قتل کیا تھا۔ علاوہ ازیں ابوسفیان بن حرب کی بیوی ہند کے باپ عتبہ بن ربیعہ کو بھی حضرت حمزہ نے قتل فرمایا تھا۔ جب مکہ معظّمہ سے لشکر قریش میدان اُحد کی طرف روانہ ہوا تو جبیر بن مطعم بن عدی نے اپنے غلام وحشی کو لشکر قریش کے ساتھ یہ کہہ کر بھیجا کہ اگر تو حمزہ بن عبد المطلب (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو قتل کر دے تو تیرے لئے آزادی ہے۔ چنانچہ وحشی غلام لشکر کفار کے ہمراہ معرکہ میدان میں حاضر ہوا۔

جب جنگ کے شعلے بلند ہوئے تو لشکر کفار سے سباع بن عبد العزیٰ خزاعی نکلا اور لڑنے کے لئے مقابل طلب کیا۔ اسلامی لشکر سے حضرت حمزہ بن عبد المطلب نکلے اور ایک ہی گرداوے میں سباع کو کاٹ کے رکھ دیا۔ وحشی اس وقت ایک پتھر کی آڑ میں چھپ کر بیٹھا تھا۔ سباع کو قتل کر کے حضرت حمزہ اس پتھر کے قریب ہوئے تو اچانک وحشی کو دیکھا کہ وہ حملہ کرنے کا ارادہ کرتا ہے، لہذا حضرت امیر حمزہ وحشی کی طرف بڑھے تاکہ اس کا کام بھی تمام کر دیں۔ لیکن ایک گڑھے کی وجہ سے ان کا پاؤں پھسل گیا اور زمین پر گر پڑے۔ اس موقع کا فائدہ اٹھاتے ہوئے وحشی نے حضرت حمزہ کے پیٹ میں بقوت تمام ایسا نیزہ مارا کہ مثانہ سے پار ہو گیا اور وہ وار مہلک ثابت ہوا اور حضرت امیر حمزہ شہید ہو گئے۔

حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو شہید کرنے کے بعد وحشی غلام ہند بنت عتبہ بن

ربیعہ (زوجہ ابوسفیان بن حرب) کے پاس آیا۔ لیکن ہند بنت عتبہ کے پاس جاتے وقت وحشی نے اپنے خنجر سے حضرت حمزہ کے شکم اطہر کو چاک کر کے آپ کا جگر (کلیجا) نکالا اور اپنے ساتھ ہند بنت عتبہ کے پاس لایا۔ وحشی نے آکر ہند بنت عتبہ کے سامنے اس کے باپ کا روز بدر حضرت حمزہ کے ہاتھ سے قتل ہونے کا صدمہ یاد دلایا اور پوچھا کہ اگر میں تیرے باپ کے قاتل کو مار ڈالوں تو مجھے کیا انعام دو گی؟ ہند بنت عتبہ نے کہا کہ اس وقت میرے بدن پر جو لباس اور زیورات ہیں وہ تیرے ہیں۔ تب وحشی نے حضرت حمزہ کا جگر دیتے ہوئے کہا کہ لے! یہ تیرے باپ کے قاتل حمزہ کا جگر ہے۔ ہند بنت عتبہ نے حضرت حمزہ کے جگر کو وحشی سے لیا اور منہ میں ڈال کر چبایا اور پھر تھوک دیا۔

ہند بنت عتبہ نے خوش ہو کر وحشی کو اپنے دونوں کپڑے، بازوبند، پازیب وغیرہ زیوارات اُتار کر بطور انعام دے دیئے اور وحشی سے کہا کہ مجھے حمزہ کی لاش دکھا دے۔ مکہ پہنچ کر تجھے سرخ سونے کی دس اشرفیاں مزید انعام کے طور پر دوں گی۔ وحشی ہند بنت عتبہ کو حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی لاش پر لایا۔ ہند بنت عتبہ نے حضرت حمزہ کی مقدس لاش کے ساتھ ایسی گھناونی حرکت کی کہ تاریخ کے اوراق بھی اس پر اشک ندامت بہاتے ہیں۔ ہند بنت عتبہ نے حضرت حمزہ کو مثلہ کیا۔ یعنی آپ کے ناک اور دونوں کان کاٹ لیے۔ مزید برآں آپ کے مذاکیر (ذکر اور انثیین) بھی کاٹ لئے اور اپنے ساتھ مکہ لے آئی۔

(حوالہ:- مغازی الصادقہ، از علامہ واقدی، ص: ۲۱۱ تا ۲۱۳)

وحشی نے حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو شہید کیا تھا لہذا تمام صحابہ کرام اس کے قتل کے درپے تھے اور اس کی ٹوہ اور تلاش میں تھے۔ لیکن وہ بھاگ کر طائف چلا گیا اور وہیں رہنے لگا۔ جس زمانہ میں طائف کا وفد حضور اقدس رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی

خدمت میں جا رہا تھا تو لوگوں نے کہا کہ تو بھی وفد کے ساتھ حضور کی بارگاہ میں چلا جا کیونکہ حضور اقدس قاصدوں اور ایلچیوں کو قتل نہیں کرتے لہذا تو وفد میں شامل ہو کر پہنچ جا اور اقبال جرم وخطا کر کے معافی طلب کر لے اور اسلام قبول کر لے۔

حضرت وحشی کا بارگاہ رسالت میں حاضر ہونا:

وحشی طائف کے وفد کے ساتھ بارگاہ رسالت میں حاضر ہوا اور آتے ہی کہنے لگا کہ ”اَشْھَدُ اَنْ لاَ اِلٰہَ اِلاَّ اللّٰہُ وَاَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّداً رَّسُوْلُ اللّٰہِ حضور اکرم نے سنا اور نگاہ اٹھا کر دیکھا اور پوچھا کہ کیا تو ہی وحشی ہے؟ عرض کیا ہاں! میں ہی وحشی ہوں۔ فرمایا بیٹھ جا اور مجھے بتا کہ میرے چچا کو تو نے کس طرح شہید کیا تھا؟ وحشی نے حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کی پوری کیفیت بیان کی۔ اور بعد میں معذرت ومعافی چاہی۔ حضور نے معاف فرمادیا اور فرمایا تو میرے سامنے نہ آنا اور اپنا چہرہ مجھے نہ دکھانا۔ صرف اس لئے کہ مجھے اپنے چچا کی یاد تڑپائے گی۔

وحشی کا جرم اتنا سخت تھا کہ اس جرم کی سزا سوائے گردن زدنی کے کچھ نہیں ہوسکتی تھی۔ لیکن حضور اکرم، رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اخلاق کریمہ نے عفو وکرم کی بھیک عنایت فرمائی۔ خود وحشی کہتے ہیں کہ اس کے بعد میں کئی مرتبہ بارگاہ رسالت میں حاضر ہوا لیکن جب بھی حاضر ہوتا تو حضور اقدس کے سامنے نہ آتا بلکہ آپ کی پشت کی طرف بیٹھتا۔

حضور اقدس کے حسن اخلاق نے حضرت حمزہ کے قاتل وحشی کو یہ حقیقت باور کرادی کہ اسلام ہی ایک ایسا دین ہے کہ جس دین میں ”اَلْحُبُّ فِی اللّٰہِ وَالْبُغْضُ فِی اللّٰہِ“ یعنی اللہ ہی کے لئے دوستی اور اللہ ہی کے لئے دشمنی کا درس دیا جاتا ہے۔ اور یہی اسلام کی

صداقت ہے کہ اپنے ذاتی معاملات کے مقابلے میں دین کے معاملات کو اہمیت وترجیح دی جاتی ہے۔ اپنے خاندانی انتقام کو اقرار کلمہ پر فراموش کر دیا جاتا ہے۔ اپنے جانی دشمن اور قاتل کو بھی اللہ کے لئے معاف کر دیا جاتا ہے۔ لہذا ماضی کے ارتکاب جرائم کا کفارہ ادا کرنے کے لئے اب ہمہ وقت رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے قدموں پر اپنے آپ کو نثار کرنے کے لئے مستعد رہنا چاہیے۔ چنانچہ انھوں نے قتل حمزہ کے فعل مذموم کے مقابلہ میں قتل کذاب کا فعل مستحسن انجام دے کر اپنی خطائے عظیم کا کفارہ ادا کرنے کی کوشش کی۔

خلافت حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانہ میں نبوت کے جھوٹے دعویدار مسیلمہ بن ثمامہ کذّاب کے چالیس ہزار کے لشکر کے سامنے چوبیس ہزار کا اسلامی لشکر حضرت خالد بن ولید کی سرداری میں جنگ یمامہ کے محاذ پر گیا، تو وحشی بھی اسلامی لشکر میں شامل تھے اور انھوں نے جس حربہ سے حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو شہید کیا تھا اسی حربہ کا وار مسیلمہ کذاب پر کیا اور اسے جہنم رسید کیا۔ خود وحشی فرماتے ہیں کہ ”اَنَا قَاتِلُ خَیرِ النَّاسِ فِی الْکُفْرِ وَاَنَا قَاتِلُ شَرِّ النَّاسِ فِی الْاِسْلاَمِ“ یعنی بہ حالت کفر میں نے سب سے بہتر انسان کو شہید کیا اور اسلام کی حالت میں سب سے بدتر آدمی کو قتل کیا۔

(حوالہ:- مدارج النبوۃ، جلد:۲، ص:۵۰۳)

ہند بنت عتبہ بن ربیعہ

ہند بنت عتبہ جس نے سید الشہداء حضرت امیر حمزہ کا کلیجا چبایا اور آپ کو مثلہ کر کے اپنی شقاوت قلبی کا مظاہرہ کیا تھا اور رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو سخت دلی اذیتیں پہنچائی۔ وہ ہند بنت عتبہ بعد فتح مکہ جب عورتیں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے

بیعت ایمان کرنے کے لئے حاضر ہوئیں، تو ہند بنت عتبہ بھی اپنے چہرے پر نقاب ڈال کر مستورات کے گروہ کے ساتھ آئی اور مسلمان ہوگئی۔ کلمۂ شہادت کا اقرار کرنے کے بعد اس نے اپنے چہرے سے نقاب اُٹھا کر کہا کہ ''میں ہند بنت عتبہ ہوں۔'' حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ''جب مسلمان ہوکر آئی ہے، تو اچھا ہوا۔''

بس اتنی ہی تعزیر! رسول اللہ کے ارشاد گرامی میں اشارہ تھا کہ تیرا گناہ اتنا بڑا ہے کہ تیری گردن مارنا بھی اس جرم کا خوں بہا ہونا کافی نہیں۔ لیکن تو مسلمان ہوکر آئی ہے، یہ تیرے حق میں اچھا ہوا، کہ ایمان کے اقرار نے ہماری تلوار اور تیری گردن کے درمیان ایک آہنی سپر قائم کردی، تیرا گناہ ہرگز معاف کرنے کے قابل نہ تھا، لیکن تیرا مسلمان ہونا تیری جاں بخشی کی ضمانت ہوگیا۔ لہٰذا تیرے دخول اسلام کے بعد اب ہمارے ہاتھ بندھ گئے ہیں۔ اپنے عم محترم کے قصاص میں اب سوائے ہاتھ ٹھہرانے کے کچھ نہیں ہوسکتا۔ اچھا ہوا کہ تو مسلمان ہوکر حاضر ہوئی۔ حضور اکرم رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اخلاق کی بلندی اور شرافت کی اعلیٰ مثال اس سے بڑھ کر اور کیا ہوسکتی ہے؟ کہ آپ نے حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نعش کے ساتھ نازیبا حرکت کرنے والی ہند بنت عتبہ کو ایک لفظ تک نہیں کہا۔ بلکہ یہ فرمایا کہ اچھا ہوا کہ تو مسلمان ہوکر آئی۔

حضور اقدس رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اخلاق کریمہ نے ہند بنت عتبہ کو اتنا متاثر کیا کہ جب وہ اپنے گھر لوٹی تو گھر میں جتنے بت تھے سب کو توڑ ڈالے اور کہنے لگی کہ انھیں بتوں کے غرور اور فریب کے باعث اب تک ہم گمراہی میں مبتلا تھے۔ بعدہٗ انھوں نے اپنی زندگی کی آخری سانس تک صدق دل سے خدمت اسلام کیں اور محبت رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر قائم و دائم رہیں۔ اسلام نے ان کو وہ حوصلہ اور جذبہ ودیعت کیا کہ

خلافت فاروقی میں وہ اپنے شوہر حضرت ابوسفیان اور اپنے بیٹے حضرت یزید بن ابی سفیان کے ہمراہ ملک شام کے جنگی محاذ پر گئیں اور خواتین اسلام کے ساتھ رہ کر رومی لشکر کے سورماؤں کے سامنے بہادری سے لڑکر ان کے دانت کھٹے کردیئے۔

جنگ یرموک میں مسلمانوں کے صرف آدھے لاکھ فوجی مجاہد کے مقابلے رومیوں کا تقریباً گیارہ لاکھ افراد پر مشتمل لشکر حملہ آور ہوا تھا اور اسلامی لشکر پر شدت اور تنگی کا وقت تھا تب حضرت ہند بنت عتبہ نے عورتوں کی جماعت کے ساتھ رہ کر جو شجاعت دکھائی اسے دیکھ کر اسلامی لشکر کے مجاہدین میں ایک نیا جوش اور ولولہ پیدا ہوا۔ تفصیلی معلومات کے لیے جنگ یرموک کا مطالعہ فرمائیں۔ یہاں ذیل میں صرف ایک کارنامہ پیش ہے۔

''واقدی رحمۃ اللہ علیہ نے بیان کیا ہے کہ دیکھا میں نے ہند بنت عتبہ کو کہ اُن کے ہاتھ میں ہندی تلوار تھی اور وہ شمشیر زنی کرتی تھیں مشرکین میں اور پکار کر کہتی تھیں اپنی بلند آواز سے کہ اے گروہ عرب کے! کاٹ ڈالو تم گہرون بے ختنہ برید کو ساتھ تلواروں کے۔''

(حوالہ:۔ فتوح الشام، از علامہ واقدی، اُردو ترجمہ، ص:۲۶۲)

ہبار بن الاسود کا جرم عظیم معاف

ہبّار بن اسود نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو بہت ایذائیں اور تکلیفیں پہنچائی تھیں۔ ہجرت کے بعد حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنی صاحبزادی زینب کو مکہ معظّمہ سے مدینہ طیبہ لانے کے لئے اپنے غلام حضرت ابورافع اور سلمہ بن اسلم کو بھیجا۔ حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا مکہ معظّمہ میں ابوالعاص بن الربیع کی زوجیت میں تھیں۔ جب حضرت زینب کو ان کے شوہر حضرت ابوالعاص نے اونٹ پر محمل میں بٹھا کر مدینہ طیبہ

روانہ کیا، تو ہبار بن الاسود کو پتہ چلا کہ حضور اقدس، رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی صاحبزادی بھی ہجرت کر کے جا رہی ہیں، تو وہ قوم قریش کے چند اوباش لوگوں کو ساتھ لے کر راستہ روک کر کھڑا ہو گیا اور ایک نیزہ حضرت سیدہ زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو مارا۔ آپ اونٹ سے ایک بڑے پتھر پر گر پڑیں۔ حضرت زینب حاملہ تھیں۔ نیزہ لگنے اور پتھر پر گرنے کی وجہ سے ان کا حمل ساقط ہو گیا۔ وہ بیمار ہو گئیں اور اسی بیماری میں ان کا انتقال ہو گیا۔

ہبار بن الاسود کی اس شنیع حرکت پر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو سخت ناراضگی اور جلال تھا۔ یہاں تک کہ آپ نے ہبار بن الاسود کو قتل کر دینے کا حکم فرمایا۔ فتح مکہ کے ایام میں اس کو بہت تلاش کیا گیا مگر وہ ہاتھ نہ آیا۔ جب حضور اقدس مکہ معظّمہ سے مدینہ طیبہ واپس تشریف لے آئے، تو ایک دن اچانک وہ مجلس شریف میں نمودار ہوا اور زور سے کہنے لگا کہ یا رسول اللہ! میں اسلام کا اقرار کرتے ہوئے حاضر ہوا ہوں۔ میں آپ کا مجرم ہوں اور اپنے گناہوں پر شرمسار ہوں۔ رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنا سر مبارک جھکا لیا اور ہبار بن الاسود کی معذرت خواہی کی وجہ سے اس پر عتاب کرنے کے بجائے اس کا اسلام قبول کرتے ہوئے فرمایا کہ:

''اے ہبار! میں نے تجھے معاف کیا اور اسلام تمام جرائم کو ختم کر دیتا ہے اور گزشتہ گناہوں کی بنیادوں کو فنا کر دیتا ہے۔''

حضور اکرم، رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اخلاق کریمہ کی رفعت کا اندازہ کیجیے کہ جس شخص نے آپ کی لخت جگر و نور نظر کے ساتھ ناقابل تلافی جرم کیا تھا اور جس کا خون بہانا مباح فرما دیا تھا، اس شخص کو صرف قبول اسلام کی وجہ سے معاف فرما دیا اور دنیا کو یہ باور کرا دیا کہ اسلام تلوار سے نہیں بلکہ اخلاق سے پھیلا ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

کو عمر بھر تکلیفیں دینے والے نے بھی جب کبھی آپ کے حسن اخلاق کا تجربہ کیا تو اس کو یہی کہنا پڑا کہ:

کر کے تمہارے گناہ ، مانگیں تمھاری پناہ
تم کہو دامن میں آ، تم پہ کروروں درود
(از:- امام عشق و محبت حضرت رضا بریلوی)

حضور اکرم، رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اخلاق کریمانہ کے ذریعہ پھیلا ہوا دین، لوگوں کے دلوں میں ایسا نقش ہو گیا کہ کسی کے مٹانے سے مٹنا ناممکن اور محال ہو گیا۔ بلکہ مٹانے والے خود مٹ کر رہ گئے۔ اسلام کی حقانیت اور صداقت کا سکہ رواں ہو گیا۔ یہاں تک کہ اسلام کے بڑے بڑے دشمنوں کے خاندان اور نسل سے ہی ایسے مجاہد و مبلغ اُٹھ کھڑے ہوئے کہ انھوں نے اسلام کی شوکت کو چار چاند لگانے کے ساتھ ساتھ عشق رسول کے بے مثال نمونہ تھے۔ چند اسمائے گرامی ذیل میں پیش کئے جاتے ہیں، جن کے آباء واجداد نے اسلام دشمنی میں کوئی کسر اُٹھا نہ رکھی تھی لیکن ان حضرات نے خدمت اسلام میں اپنا تن من اور دھن سب قربان کر دیا اور موقع آنے پر اپنے خون کے رشتہ داروں کو بھی تہ تیغ کرنے میں کسی قسم کی جھجھک محسوس نہیں کی۔

(۱) دشمن رسول ابوجہل بن ہشام کے بیٹے حضرت عکرمہ بن ابی جہل
(۲) گستاخ رسول ولید بن مغیرہ کے بیٹے حضرت خالد بن ولید
(۳) رئیس المنافقین عبداللہ بن سلول کے بیٹے حضرت عبداللہ بن عبداللہ
(۴) بدخواہ نبی عاص بن وائل سہمی کے بیٹے حضرت حضرت عمرو بن العاص
(۵) دشمن اسلام عبداللہ بن جراح کے بیٹے حضرت ابوعبیدہ بن الجراح
(۶) دشمن رسول اُمیہ بن خلف کے بیٹے حضرت صفوان بن اُمیہ

(۷) منکر رسالت عتبہ بن ربیعہ کی بیٹی حضرت ہند بنت عتبہ (زوجہ ابوسفیان)

ان حضرات کے علاوہ بے شمار عشاق رسول نے دین کی خاطر اپنی جانی اور مالی قربانیاں پیش کر کے اپنے خون جگر سے گلشن اسلام کی آبیاری کی اور عشق رسول کے ایسے پھول کھلائے کہ جس کی خوشبو اور مہک سے عالم معطر ہوگیا۔ صحابہ کرام کی جاں نثاری نے دنیا کو یہ پیغام دیا کہ جب تک مسلمان کے دل میں اپنے محبوب آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی عظمت ومحبت جلوہ گر ہے، دنیا کی کوئی بھی سلطنت اور طاقت ان پر حکومت نہیں کر سکتی۔ عشق رسول وہ طاقت ہے کہ عاشق رسول جسمانی اعتبار سے نحیف وناتواں ہونے کے باوجود اگر پہاڑ سے بھی ٹکرا جائے گا تو اس کو پاش پاش کر دے گا۔ اُمنڈتے ہوئے سمندر کی طغیانی اور طوفانی تھپیروں کے درمیان سے بھی وہ کشتی عشق سے سفینۂ نوح کی مانند صحیح وسالم کنارے پر پہنچ جائے گا۔ رب العالمین کے اکرم واعظم محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ذات بابرکت پر اس کا اعتقاد ویقین اتنا پختہ اور راسخ ہوتا ہے کہ مصائب وآلام کے نازک لمحات میں وہ یہی کہتا ہے:

نہ کیوں کر کہوں یَـا حَبِیْبِی اَغِثْنِی
اسی نام سے ہر مصیبت ٹلی ہے

(از:- امام عشق ومحبت حضرت رضؔا بریلوی)

جلال مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

نہیں ہے وہ میٹھی نگاہ والا
خدا کی رحمت ہے جلوہ فرما

غضب سے ان کے خدا بچائے
جلال باری عتاب میں ہے

(از: امام عشق ومحبت حضرت رضؔا بریلوی)

جلال مصطفیٰ ﷺ

یہاں تک کے مطالعہ سے یہ بات روز روشن کی طرح واضح طور پر ثابت ہو چکی ہے کہ حضور اقدس، رحمت عالم ﷺ نے اسلام کے عظیم دشمنوں اور اپنے خون کے پیاسوں کو بھی معاف فرما دیا۔ خطرناک اور بھیانک قسم کے مجرموں کے گناہوں کی سزا صرف کلمۂ توحید کے اقرار کی وجہ سے معاف فرما دیں اور عالم دنیا کو اخلاق حسنہ کا عظیم درس دیا۔ یہاں تک کی ہماری گفتگو کا ماحصل یہ ہے کہ حضور اقدس، رحمت عالم، ﷺ نے:

- ابوسفیان بن حرب بن امیہ
- خالد بن ولید بن مغیرہ مخزومی قرشی
- عکرمہ بن ابوجہل بن ہشام
- عمرو بن عاص بن وائل قرشی سہمی
- وحشی بن حرب حبشی
- ہند بنت عتبہ بن ربیعہ
- ہبار بن اسود

جیسے اعداء کے بھیانک جرائم کو معاف فرما دیئے۔ علاوہ ازیں اسلام کے ابتدائی دور میں جب آپ نے مکہ معظّمہ میں توحید کا پیغام بلند فرما کر شرک اور کفر کے خلاف آواز اٹھائی اور لوگوں کو بت پرستی اور دیگر کفریہ وشرکیہ اعتقاد و اعمال سے روک کر انھیں گمراہی و تباہی کے دلدل میں غرق ہونے سے بچا کر انھیں ہدایت و روشنی کی راہ مستقیم پر گامزن کرنے کی تحریک چلائی، تو مکہ معظّمہ اور دیگر مقامات کے باشندے آپ کے جانی دشمن بن گئے اور

آپ کو طرح طرح کی تکالیف، مصائب اور مختلف اقسام کے دکھ، درد پہنچائے۔ آپ کو جسمانی تکلیفیں پہنچائیں۔ آپ کو پتھر مارے، راہ میں کانٹے بچھائے، تذلیل وتوہین آمیز حرکات پر مشتمل ارتکاب کیے، ہتک عزت کے برتاؤ کرنے میں کوئی کسر باقی نہ رکھی، یہاں تک کہ آپ کو دھوکے سے زہر دے کر شہید کر دینے کی سازش کی، مصائب وآلام کا غیر منقطع سلسلہ جاری رکھا اور ظلم وتشدد کی تمام سرحدیں عبور کر کے آپ کے ساتھ ظالمانہ اور جارحانہ سلوک کی مذموم حرکتیں کیں اور آپ کے وجود کو ہی ختم کرنے میں ہمیشہ کوشاں رہے۔ لیکن قربان جاؤ رحمت عالم ﷺ کے صبر وتحمل اور عفو وکرم پر کہ آپ نے ہمیشہ صبر کا ہی دامن تھاما، فراخ دل سے معاف کرنے کا رویہ اپنایا، تواضع، انکساری، فروتنی، خاکساری، نرمی، خلوص اور اخلاق حسنہ کا مظاہرہ فرما کر ظلم کا بدلہ احسان کر کے عنایت فرمایا۔ بدتمیزی اور بدخلقی کرنے والوں کے ساتھ ہمیشہ اخلاق اور حسن سلوک سے پیش آئے۔ دشمنوں کو دعاؤں سے نوازا۔ انتقام کے بجائے انعام کا کرم فرمایا۔ تکالیف وآلام پہنچانے والوں پر آپ نے اخلاق کریمہ کی باران رحمت برسا کر انھیں ایسا صیقل فرما دیا کہ گمراہیت کی ظلمت سے نکل کر ہدایت و روشنی کے آب دار گوہر کی مانند انھیں چمکا دیا۔ مختصر یہ کہ حضور اقدس، رحمت عالم ﷺ کے حسن اخلاق سے آپ کے جانی دشمن بھی اتنے زیادہ متاثر ہوئے کہ انھوں نے عداوت ودشمنی کے لبادے کو اتار پھینکا اور آپ کے پیغام حق کا صدق دل سے اعتراف واقرار کر کے ایمان کی لازوال دولت کے حصول سے سرفراز ہوئے۔

حضور اقدس، رحمت عالم ﷺ کی حیات طیبہ کا بنظر عمیق مطالعہ کرنے سے یہ حقیقت روز روشن کی طرح منکشف ہو کر عیاں طور پر سامنے آئے گی کہ:

- آپ نے بے شمار ظلم وستم برداشت فرمائے ہیں، لیکن اس حقیقت کا بھی انکار نہیں کیا

جاسکتا کہ آپ نے اپنے مقدس دست کرم میں تلوار بھی تھامی ہے۔

- آپ نے ظلم وستم ڈھانے والے دشمنوں کو دعائیں دی ہیں، لیکن یہ بھی ایک ناقابل انکار صداقت ہے کہ آپ نے اعدائے دین کے لیے دعائے ہلاکت بھی فرمائی ہے۔
- بہت سے مجرموں کو فراخ دلی سے معافی عطا فرما کر عفو وکرم کا مظاہرہ فرمایا ہے۔ لیکن یہ بھی حقیقت تواریخ کے صفحات میں منقّش ہے کہ آپ نے اشقیا اور سنگ دل ظالموں کو سخت اور عبرتناک سزائیں دی ہیں۔
- آپ نے حدیبیہ کے موقع پر امن وامان برقرار رکھنے کے لیے صلح فرمائی ہے، تو یہ بھی حقیقت ہے کہ آپ نے جنگ اور سرایا کے روپ میں جہاد وقتال کے معرکے بھی انجام دیے ہیں۔
- دشمنوں کے ظلم وستم کی وجہ سے اپنے آبائی وطن مکہ معظّمہ کو خیرآباد کہہ کر مدینہ کی جانب ہجرت فرمائی ہے، تو تاریخ شاہد ہے کہ دشمنوں کو تہس نہس فرمانے کے لیے مدینہ طیبہ سے چل کر مکہ معظّمہ پر یلغار فرما کر فتح مکہ کا تاریخی معرکہ بھی سرانجام فرمایا ہے۔

مختصر یہ ہے کہ آپ کی مقدس حیات طیبہ میں کئی مواقع پر جہاں ''جمال کے جلوے'' نظر آتے ہیں، وہیں بعض مواقع پر ''جلال کا جوش'' بھی جلوہ گر محسوس ہوتا ہے۔

بنظر ظاہر ''جمال'' اور ''جلال'' دونوں متضاد امر ہیں۔ دونوں میں کسی قسم کی مطابقت وموافقت نہیں، دونوں میں تطبیق محال ہے۔ بلکہ یوں کہیے کہ دونوں سکے کی دو طرف کی طرح ہیں۔ لیکن سکہ کے لیے دونوں طرف ضروری ہیں۔ جس طرح ایک کامیاب حکمراں کے لیے

ضروری ہے کہ وہ اپنی حکومت میں بسنے والے عوام کے مفاد ومنافع کے لیے انتظامی امور میں ترقی اور بہبود کی راہیں ہموار کرتا ہے، وہیں امن وامان کا ماحول قائم رکھنے کے لیے جرائم پیشہ ذہنیت وکردار رکھنے والے افراد کو کنٹرول میں رکھنے کے لیے جرائم کے استیصال کے سخت احکام وقوانین کے نفاذ وعمل کی پابندی کو ملحوظ رکھتا ہے۔ اگر مجرم کو اس کے جرم کی سخت اور کڑی سزا دی جائے گی تو جرائم کی تعداد میں دن بدن کمی ہوتی جائے گی اور معاشرہ میں امن وامان کی فضا قائم ہوجائے گی اور اگر اس کے برعکس جرائم کی پاداش میں ہلکی اور معمولی سزا دینے کا رویہ اپنایا گیا، تو مجرموں کے دلوں سے حکومت کے قانون کا خوف نکل جائے گا اور وہ گناہ کرنے میں جری اور دلیر بن جائیں گے اور معاشرہ میں جرائم کی تعداد میں اتنا زیادہ اضافہ ہوجائے گا کہ سماج سے امن وامان کا نام ونشان مٹ جائے گا اور لوگوں کا جینا دشوار ودوبھر ہوجائے گا۔

ایک اہم نکتہ کی طرف بھی قارئین کرام کی توجہ ملتفت کرانا ضروری ہے کہ حضور اقدس، رحمت عالم ﷺ نے کچھ افراد کو معافی بخش کر عفو وکرم سے کام لیکر جمال کا مظاہرہ فرمایا اور کچھ افراد کو سخت اور عبرتناک سزائیں دے کر جلال کا اظہار فرمایا۔ اسی طرح کچھ افراد کے لیے خطاؤں کے باوجود بھی دعائیں فرمائیں اور کچھ افراد کے ظلم وستم پر دعائے ہلاکت یعنی تباہ وبرباد ہونے کی دعائیں فرمائیں۔

ایسا کیوں؟؟؟

اس معمّہ کو آسانی سے سمجھنے کے لیے ذیل میں مذکور نمبر ۱ سے لیکر نمبر ۳ تک کے نکات کو اچھی طرح ذہن نشین کرلیں:

(۱) اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے محبوب اعظم ﷺ کو ''علم غیب'' کی خصوصیت سے نواز کر

ما کان و ما یکون یعنی جو کچھ بھی ہو چکا ہے اور جو کچھ بھی ہونے والا ہے، اس کا علم عطا فرمایا تھا۔ لہذا جس شخص کے متعلق حضور اقدس، رحمت عالم ﷺ کو یہ معلوم تھا کہ یہ شخص شرک و کفر کی زنجیروں سے آزاد ہو کر ایمان قبول کر کے اسلام کی عظیم خدمات انجام دے گا، اس شخص کے جرموں کو معاف فرما دیا۔ مثلاً حضرت ابوسفیان، حضرت خالد بن ولید وغیرہ۔

(۲) حضور اقدس، رحمت عالم ﷺ نے ظلم وستم ڈھانے والے ایسے افراد کو معاف فرمادیا، صرف معاف ہی نہیں فرمایا بلکہ معافی کے ساتھ دعائے رحمت سے بھی نوازا، جو آپ کی صداقت و حقانیت سے بے خبر تھے اور آپ کے منصب رسالت سے غافل و جاہل تھے لیکن اپنے خاندان و برادری کے پیشواؤں اور سرداروں کے کہنے اور اکسانے سے بہک گئے تھے اور اپنے پیشواؤں کے ہاتھوں کی کٹھ پتلی بن کر بے سوچے اور بے سمجھے بے جا مخالفت پر تلے ہوئے تھے اور اور بے خبری اور جہالت کے اندھیرے میں بھٹک کر مخالفت اور عداوت کا شور وغل مچا کر اذیتیں پہنچاتے تھے۔ ایسے مخالف افراد کو سچ کیا ہے؟ اور جھوٹ کیا ہے؟ کی قطعاً کوئی تمیز نہ تھی، بلکہ کسی کے بہکاوے میں آ کر مخالفت کا مظاہرہ کر کے ستاتے تھے۔ بلکہ اپنی برادری اور قوم کا ساتھ دینے کے لیے میدان مخالفت میں کود پڑے تھے۔ ایسے لوگوں کو جب حقیقت سے آگہی ہوگی اور جب ان کے سامنے حق ظاہر ہوگا، تب وہ لوگ اپنے کیے پر نادم اور پشیمان ہو کر شرمندہ ہو کر معافی کے خواستگار ہوں گے اور قبول حق کر کے اسلام میں داخل ہو کر اسلام کے خدام و معاون بن جائیں گے۔ مثلاً آپ کو پتھر مارنے والے ''طائف'' کے باشندے۔

(۳) جن افراد کو آپ کی صداقت و حقانیت یقین کے درجہ میں معلوم تھی اور انھوں نے آپ کے حیرت انگیز عظیم الشان معجزات بھی دیکھے تھے اور اگلی آسمانی کتابوں میں آپ کی نبوت و رسالت کی جو نشانیاں بتائی گئیں تھی، ان نشانیوں کو اپنے ماتھے کی آنکھوں سے دیکھ چکے تھے اور آپ کی نبوت و رسالت کو جھٹلانے کی ان کے پاس کوئی ضعیف سے ضعیف بھی دلیل دستیاب نہ تھی، اس کے باوجود صرف ہٹ دھرمی، بغض، خصومت، تکبر، غرور، گھمنڈ، عداوت، اور مخالفت کے جذبۂ کاذب کے نشے میں سرشار ہو کر آپ کی نبوت کا انکار کرتے تھے، آپ کو جھٹلاتے تھے اور مخالفت کرتے تھے بلکہ آپ کے پیغام حق اور پیغام توحید کو آگے بڑھنے سے روکنے کے لیے طرح طرح کے ہتکنڈے اپناتے تھے اور آپ پر مختلف اقسام کے ظلم وستم کرتے تھے۔ یہاں تک کہ قوم کے جاہل اور بے علم لوگوں کے کان بھرنے کے لیے کذب بیانی اور دروغ گوئی سے کام لیکر عوام کو ابھارتے تھے، اکساتے تھے اور مشتعل کر کے ظلم وستم کی آندھی پھونکتے تھے۔ بلکہ لوگوں کو اسلام کے خلاف ارتکاب شنیعہ کرنے کے لیے جمع کر کے انھیں ظلم وستم کرنے کی ترغیب دے کر خوف وخطرہ کی فضا قائم کر کے دہشت پھیلاتے تھے، ایسے آوارہ، لوفر، اوباش، ظالم، جفاکش، جھوٹے، ہلکی ذہنیت رکھنے والے، اور لوگوں کو گمراہ کرنے والے ستم گروں اور فتنہ پرور افراد کو آپ نے کبھی بھی معاف نہیں فرمایا۔ ان کے لیے کبھی بھی دعائے رحمت نہیں فرمائی بلکہ دعائے ہلاکت فرمائی ہے اور انھیں سخت اور عبرتناک سزائیں دی ہیں۔ مثلاً ابو جہل بن ہشام، عتبہ بن ربیعہ، ولید بن عتبہ، ابی بن خلف، عقبہ بن ابی معیط وغیرہ۔

(۴) وہ لوگ جو حضور اقدس، رحمت عالم ﷺ کی اور اسلام کی حقانیت کو معلوم کر چکے تھے

لیکن اپنے آباء واجداد کے ذریعہ وراثت میں ملا ہوا کفر وشرک پر مشتمل باطل دین ترک کر کے اسلام قبول کرنا دل سے نہیں چاہتے تھے بلکہ اسلام کی سخت نفرت اور عداوت ان کے دلوں میں کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی ۔لیکن حالات ایسے درپیش ہو گئے تھے کہ ان کی قوم کی اکثریت نے قبول دین حق اسلام کرلیا تھا، لہٰذا انھوں نے مجبوراً اور با دل نخواستہ صرف دکھاوے کے طور پر قبول اسلام کا ڈھونگ رچایا تھا لیکن دل سے تو وہ اب بھی اپنے آبائی مشرکانہ دین پر ہی قائم تھے اور اسلام کے سخت اور بدترین دشمن تھے، اپنی قوم کی مخالفت سے ڈر کر اور غیرت قومی میں آ کر صرف دکھاوے کے لیے اسلام قبول کیا تھا۔ باہر سے مسلمان اور اندر سے کافر تھے۔ ایسے لوگوں کو شرعی اور اسلامی اصطلاح میں ’’منافق‘‘ کہا جاتا ہے۔قرآن مجید میں منافقوں کی تردید میں ایک پوری سورۃ بنام ’’سورۃ منافقون‘‘ نازل ہوئی ہے۔جس میں منافقوں کی عادتوں، خصلتوں، ذہنیت، وغیرہ کو بیان فرمایا گیا ہے ۔ وہ نام کے مسلمان اور حقیقت میں کافر منافقین اسلام کو ضرر و نقصان پہنچانے کا ایک بھی موقع ہاتھ سے جانے نہیں دیتے تھے بلکہ ہمہ وقت اسلام کے خلاف سر گرم عمل رہتے تھے۔ ظاہر میں جب مسلمانوں سے ملتے تھے، تب اپنے کو سچے مسلمان میں شمار کرانے میں کوئی کسر باقی نہ رکھتے تھے بلکہ ایک سچے مسلمان کی حیثیت سے دینی امور میں گفتگو کرتے تھے لیکن جب وہ اپنے ہم خیال وہم اعتقاد منافقوں کی محفلوں میں جاتے، تو تمام منافقین اجتماعی طور پر اسلام کے خلاف زہر اگلتے تھے اور اسلام کا اور مسلمانوں کا ٹھٹھا اور استہزاء کرتے تھے اور اسلام کو نقصان پہنچانے کی تدبیریں اور سازشیں کرتے تھے۔ ایسے منافقین میں سے کسی

منافق کے نفاق اور ڈھونگ کا پردہ چاک ہوجاتا اور اس کی پول پکڑی جاتی اور اس کی اسلام دشمنی کی حقیقت عیاں ہوجاتی، تو ایسے منافق کو آپ نے سخت، کڑی اور عبرتناک سزا دی ہے۔

(۵) کچھ ایسے بدنصیب بھی تھے جنھوں نے واقعی صدق دل سے اسلام قبول کیا تھا۔ اسلام کے اعلیٰ اصول اور اسلام کے فلاح و بہبود پر مشتمل نظریات سے متاثر ہوکر وہ اسلام کی جانب راغب ہوئے اور خوشی خوشی اسلام قبول کیا تھا لیکن ایک عرصہ تک اسلام میں رہنے کے بعد اسلامی قوانین کی سخت پابندی، اسلامی فرض عبادات کی ادائیگی، نماز، روزہ ودیگر فرائض کو ان کے وقتوں پر ادا کرنے کے لیے مستعد رہنا، اپنے مال میں سے ہر سال مقرر رقم بطور زکاۃ ادا کرنا وغیرہ فرائض انھیں سخت اور کٹھن محسوس ہونے لگے۔ ایسے کمزور من کے اور ضعیف الاعتقاد لوگوں سے اسلام کے دشمنوں نے منافقین کے توسط سے روابط قائم کیے اور انھیں مال ودولت اور جاہ وحشمت کی لالچ دے کر اسلام کے لازمی امور شریعت اور فرائض عبادت کے انکار پر ابھارا، وہ ضعیف الاعتقاد دنیا کی طمع اور مال کی لالچ میں آ گئے اور انھوں نے اسلام کے ضروری ارکان کا انکار کیا اور اسلام سے منحرف ہوکر دائرۂ ایمان سے خارج ہوکر ’’مرتد‘‘ ہوگئے۔ ایسے مرتدین میں سے کوئی مرتد اسلام کے خلاف سازش کرتا ہوا پکڑ گیا یا اس نے کھلم کھلا اسلامی اصول وفرائض کے خلاف اعلان و اقرار بغاوت کیا، تو ایسے مرتد کو حضور اقدس، رحمت عالم ﷺ نے ایسی سخت اور کڑی سزا دی ہے کہ اس سزا کو دیکھ کر لوگوں کو عبرت ہوتی اور کسی کو بھی اسلام کے خلاف بغاوت کا علم بلند کرنے کی ہمت نہ ہوتی۔

(٦) مرتدین کے گروہ میں چند ایسے افراد بھی تھے، جو حضور اقدس، جان ایمان ﷺ سے بغض اور حسد رکھتے تھے، حضور اقدس ﷺ کی صداقت، حقانیت، عالمگیر شہرت، معجزات وخصائص، عظمت ورفعت، لوگوں کی رغبت، خلق خدا کا آپ کی طرف رجحان ومیلان، صحابۂ کرام کی عقیدت ومحبت، ادب واحترام، تعظیم وتوقیر، یہ سب باتیں دیکھ کر حسد کی آگ میں جلتے تھے۔ حضور اقدس ﷺ کی عظمت کا وہ سخت انکار کرتے تھے بلکہ موقع ملتے ہی آپ کی شان اعلیٰ وارفع میں بے ادبی وگستاخی کرتے تھے اور توہین نبی کے جرم کے مجرم بن کر ایمان سے ہاتھ دھو بیٹھتے تھے۔ کلمہ پڑھنے کے باوجود مسلمان نہ تھے بلکہ اسلام کے دائرۂ ایمان سے خارج یعنی ''مرتد'' ہو گئے تھے۔ ایسے مرتدین میں سے اگر کوئی مرتد توہین نبی کرتے ہوئے پکڑا جاتا، تو اسے سب سے سخت سزا فرماتے تھے۔ کیوں کہ مرتدین میں سب سے بدتر مرتد وہ ہے، جو کسی نبی یا رسول کی شان میں گستاخی کرنے کی وجہ سے مرتد ہوا ہو۔

مندرجہ بالا نمبر ۱ سے نمبر ٦ تک کے بیان شدہ نکات کی تائید وتوثیق میں احادیث کریمہ کی معتبر ومستند ومعتمد کتب کے حوالہ جات سے چند واقعات مع عربی عبارت کے پیش خدمت ہیں:

ابوجہل وغیرہ کے لیے دعائے ہلاکت

ابوجہل بن ہشام کہ جس کا نام اسلام کے دشمنوں کی فہرست میں اول نمبر پر قیامت تک بدنام ومشہور رہے گا۔ حضور اقدس، رحمت عالم ﷺ کو ستانے میں اور آپ کی ایذا رسانی کرنے کے لیے ظلم وستم ڈھانے میں ابوجہل کا کردار ہمیشہ مقدم اور نمایاں رہا ہے۔ ابوجہل

بن ہشام نے اسلام اور پیغمبر اسلام ﷺ کو نیست ونابود کرنے کے لیے اپنے تن من دھن کی بازی لگا دی تھی۔ ابوجہل نے مکہ معظّمہ میں ''دارالندوہ'' نامی کمیٹی ہاؤس میں اشراف قریش کی میٹنگ بلا کر حضور اقدس ﷺ کو شہید کرنے کی سازش کی تھی۔ علاوہ ازیں حضور اقدس ﷺ کو مصائب وتکالیف پہنچانے کی مذموم اور فاسد غرض سے ابوجہل گاہے گاہے نت نئے طریقے اپناتا تھا اور حضور اقدس ﷺ کی شان عالی وقار میں توہین آمیز اور نازیبا حرکتیں کیا کرتا تھا۔ ذیل میں اس کی مذموم حرکت کا ایک واقعہ پیش خدمت ہے:

حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا جَعْفَرُ بْنُ عَوْنٍ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ عَنْ عَمْرِو بْنِ مَيْمُونٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يُصَلِّي فِي ظِلِّ الْكَعْبَةِ ، فَقَالَ أَبُو جَهْلٍ وَنَاسٌ مِنْ قُرَيْشٍ ، وَنُحِرَتْ جَزُورٌ بِنَاحِيَةِ مَكَّةَ ، فَأَرْسَلُوا فَجَاءُوا مِنْ سَلاَهَا ، وَطَرَحُوهُ عَلَيْهِ ، فَجَاءَتْ فَاطِمَةُ فَأَلْقَتْهُ عَنْهُ ، فَقَالَ اللَّهُمَّ عَلَيْكَ بِقُرَيْشٍ ، اللَّهُمَّ عَلَيْكَ بِقُرَيْشٍ ، اللَّهُمَّ عَلَيْكَ بِقُرَيْشٍ لأَبِي جَهْلِ بْنِ هِشَامٍ ، وَعُتْبَةَ بْنِ رَبِيعَةَ ، وَشَيْبَةَ بْنِ رَبِيعَةَ ، وَالْوَلِيدِ بْنِ عُتْبَةَ ، وَأُبَيِّ بْنِ خَلَفٍ ، وَعُقْبَةَ بْنِ أَبِي مُعَيْطٍ . قَالَ عَبْدُ اللَّهِ: فَلَقَدْ رَأَيْتُهُمْ فِي قَلِيبِ بَدْرٍ قَتْلَى . قَالَ أَبُو إِسْحَاقَ: وَنَسِيتُ السَّابِعَ . وَقَالَ يُوسُفُ بْنُ إِسْحَاقَ عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ أُمَيَّةُ بْنُ خَلَفٍ . وَقَالَ شُعْبَةُ أُمَيَّةُ أَوْ أُبَيٌّ . وَالصَّحِيحُ أُمَيَّةُ .

حوالہ :

(۱) **صحیح البخاری** : امام ابی عبد اللہ محمد بن

اسماعیل بخاری (المتوفیٰ ۲۵۶ھ) الجزء الثانی. کتاب الجهاد والسیر، **باب : ۹۷** . اَلدُّعَاء عَلَی الْمُشْرِکِیْنَ بِا لْهَزِیْمَةِ وَالزِّلْزَالَةِ . **حدیث نمبر : ۲۹۷۱، صفحه نمبر: ۵۲۸**، الناشر: . جمیعة المکنز الاسلامی . القاهره . مصر .

سن طباعت . ۱۴۲۱ھ ، مطبوعه : جرمنی

(۲) **صحیح البخاری** : امام ابی عبد الله محمد بن اسماعیل بخاری (المتوفیٰ ۲۵۶ھ) **جلد : ۱** ، کتاب الجهاد والسیر. باب : اَلدُّعَاء عَلَی الْمُشْرِکِیْنَ بِالْهَزِیْمَةِ وَالزِّلْزَالَةِ . **صفحه نمبر: ۴۱۱** ، الناشر :. مکتبه بلال . دیوبند. سن طباعت . ۱۴۱۹ھ

(۳) **فتح الباری بشرح صحیح البخاری** : شارح . امام حافظ ابی الفضل احمد بن علی بن حجر عسقلانی(المتوفیٰ. ۸۵۲ھ) جلد نمبر : ۷، کتاب الجهاد والسیر، **باب : ۸، حدیث نمبر : ۲۹۳۴ ، صفحه نمبر: ۵۱۱**، ناشر :. دار ابی حیان .القاهره . مصر . طبع اول . سن طباعت ۱۴۱۶ھ

(۴) **بخاری شریف** : (مترجَم) مترجِم :. اهل حدیث مولوی وحید الزماں حیدرآبادی، (المتوفیٰ. ـــھ) ناشر :. اعتقاد پبلشنگ هاؤس. دهلی. سن طباعت ۱۴۱۰ھ **جلد : ۲، باب : ۱۴۲، حدیث نمبر : ۱۹۵، صفحه نمبر: ۱۲۱**

(۵) **بخاری شریف** : (مترجَم) مترجِم :. علامه عبدالحکیم خاں اخترشاهجهاں پوری، ناشر :. رضا اکیڈمی. بمبئی. سن اشاعت:. ۱۴۳۰ھ **جلد : ۲، باب : ۱۴۲، حدیث نمبر : ۱۹۴، صفحه نمبر: ۱۰۱**

(۶) **تفهیم البخاری شرح صحیح البخاری** : (مترجَم) مترجِم :. شیخ الحدیث علامه غلام رسول رضوی . فیض آباد. پاکستان، **جلد : ۴، حدیث نمبر: ۲۷۳۷، صفحه نمبر: ۴۸۲** ناشر :. مرکز اهل سنت برکات رضا، پور بندر، گجرات. سن اشاعت ۱۴۲۸ھ.

مندرجہ بالاعربی عبارت کا اردو ترجمہ:

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ خانہ کعبہ کے سایے میں نماز ادا فرما رہے تھے، تو ابوجہل اور قریش کے کچھ اور لوگوں نے کہا کہ مکہ مکرمہ کے باہر ایک اونٹنی ذبح کی گئی ہے۔ پس ایک آدمی بھیجا جو اس کی اوجھری لے آیا اور وہ آپ کے اوپر ڈال دی گئی۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا آئیں اور اسے آپ کے اوپر سے ہٹایا۔ پھر آپ نے دعا مانگی، اے اللہ! قریش کی گرفت فرما، اے اللہ! قریش کی گرفت فرما، اے اللہ! قریش کی گرفت فرما (ان میں سے) ابوجہل بن ہشام، عتبہ بن ربیعہ، شیبہ بن ربیعہ، ولید بن عتبہ، ابی بن خلف، عقبہ بن ابی معیط کی۔ حضرت عبداللہ بن مسعود فرماتے ہیں کہ میں نے انہیں بدر کے کنوئیں میں مردہ پڑا ہوا پایا۔ کیونکہ قتل

کردئے گئے تھے۔ ابو اسحاق فرماتے ہیں کہ ساتویں شخص کا نام بھول گیا۔ یوسف بن ابو اسحاق اپنے والد ماجد سے روایت کرتے ہیں کہ وہ امیہ بن خلف ہے۔ شعبہ فرماتے ہیں کہ امیّہ یا ابیّ، لیکن صحیح اُمیّہ ہے۔

مندرجہ بالا حدیث شریف میں صاف اور واضح طور پر مذکور ہے کہ حضور اقدس، رحمت عالم ﷺ کو ستانے والے عناصر کے لیے حضور اقدس ﷺ نے مہذب الفاظ و انداز میں ''دعائے ہلاکت'' فرمائی ہے۔ آپ جب خانۂ کعبہ میں نماز ادا فرما رہے تھے، تب ابوجہل اور اس کے شاگردوں نے آپ کی مقدس پیٹھ پر اونٹ کی اوجھری ڈال دی اور اس مذموم حرکت سے ان کا مقصد حضور اقدس ﷺ کے ساتھ تمسخر کر کے ستانا تھا۔ یہ ستانا اور پریشان کرنا صرف اور صرف اسلام سے عداوت اور دشمنی کی وجہ سے تھا۔ حضور اقدس، رحمت عالم ﷺ نے بلا شبہ کئی جانی دشمنوں کو اور ذاتی طور پر اذیتیں پہنچانے والے دشمنوں کو معاف فرما دیا ہے۔ دعائیں دی ہیں، بلکہ معافی بخشنے کے بعد ان کے ساتھ حسن سلوک کا مظاہرہ فرمایا ہے۔ لیکن دین اسلام کا مذاق اڑانے والے، اسلام کی تذلیل و توہین کرنے کی غرض سے تمسخر اور ٹھٹھا کرنے والے عناصر کے مذموم ارتکاب پر اور اسلام کے خلاف مہم چلانے والے متشدد اعدائے دین کو ہمیشہ ''جلال مصطفیٰ'' سے دو چار ہونا پڑتا۔ اسی لیے تو آپ نے مندرجہ بالا حدیث میں مذکور واقعہ میں ابوجہل اینڈ کمپنی کی تباہی اور ہلاکت کے لیے بارگاہ الٰہی میں نہایت ہی مہذب انداز و الفاظ میں دعائے ہلاکت فرماتے ہوئے دعا فرمائی کہ ''اے اللہ! قریش کی گرفت فرما۔'' اس مبارک دعا میں لفظ ''گرفت'' قابل توجہ ہے۔

''گرفت''، یعنی ''پکڑ''، اور اس کو عربی زبان میں ''بطش'' اور انگریزی زبان میں (Assault) یا (Knock) یا (Destruction) کہتے ہیں۔ لفظ گرفت کا استعمال اس

موقع پر ہوتا ہے جب کسی معاملہ میں کوئی آفت یا مصیبت اچانک اور تباہ کن اور بربادی کی صورت میں آپڑے۔ قرآن شریف میں ہے ﴿إِنَّ بَطْشَ رَبِّكَ لَشَدِيْدٌ﴾ (پارہ نمبر ۳۰، سورہ بروج، آیت نمبر ۱۲) ترجمہ: بے شک تیرے رب کی گرفت بہت سخت ہے۔ (کنز الایمان) اللہ کی گرفت یعنی پکڑ اور وہ بھی ''بہت سخت گرفت''، یعنی ایسی پکڑ کہ جس سے بچنا محال و مشکل، جس سے محفوظ رہنا قطعاً ناممکن اور جس سے چھٹکارا دشوار۔

اور ایسا ہی ہوا۔ ایسا ہی ہو کر رہا۔ اللہ تبارک و تعالیٰ کی ''بہت سخت گرفت''، یعنی ''کڑی پکڑ'' نے جنگ بدر کے دن تباہ کن صورت میں گستاخوں کو پکڑا اور ایسا دبوچا کہ اللہ تبارک و تعالیٰ کے محبوب اعظم و اکرم ﷺ کی پشت اقدس پر اونٹ کی اوجھری ڈالنے والے ساتوں گستاخوں پر اللہ تعالیٰ کی سخت پکڑ عذاب کی صورت میں ایسی نازل ہوئی کہ تمام کے تمام ساتوں گستاخ ● ابوجہل بن ہشام ● عتبہ بن ربیعہ ● شیبہ بن ربیعہ ● ولید بن عتبہ ● ابی بن خلف ● عقبہ بن ابی معیط اور ● امیہ بن خلف کو اسلامی لشکر کے مجاہدوں کی شمشیروں نے خاک و خون میں ملا دیا اور ان کی ناپاک لاشیں مقام بدر کے کنویں میں بے گور و کفن کشتہ حالت میں پڑی ہوئی تھیں اور زبان حال سے گواہی دے رہے تھیں کہ نبی اکرم ﷺ کی شان میں گستاخی کرنے والوں کا ایسا ہی دردناک اور عبرتناک انجام ہوتا ہے۔

پتھر مارنے والے طائف کے لوگوں کا بُرا نہ چاہا

مکہ معظّمہ سے چند میل کے فاصلہ پر ''طائف'' نام کا مقام واقع ہے۔ اعلان نبوّت کے دسویں سال حضور اقدس، رحمت عالم ﷺ اپنے غلام زید بن حارثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ اشاعت اسلام کے لیے طائف تشریف لے گئے۔ طائف میں بسنے والے لوگ مالی

اعتبار سے بہت ہی قوی تھے۔ مال و دولت کی وسعت سے وہ مشرف تھے۔ عمیر خاندان کے تین حقیقی بھائی طائف کے اہل ثروت کے سردار تھے۔ حضور اقدس، رحمت عالم ﷺ طائف جا کر ان تینوں بھائیوں کے پاس تشریف لے گئے اور انھیں اسلام کی دعوت دی، ان تینوں بھائیوں نے اسلام قبول کرنے کا صاف انکار کر دیا اور بد تمیزی کا برتاؤ کیا۔ علاوہ ازیں طائف کے آوارہ، اوباش، لوفر اور غنڈوں کو جمع کر کے ان کے کان بھرے اور حضور اقدس ﷺ کو پریشان کرنے اور تکالیف پہنچانے کے لیے اکسایا۔ لہذا ان آوارہ قسم کے لوگوں نے گروہ کی شکل میں جمع ہو کر اور شور و غل مچاتے ہوئے آپ کو پریشان کرنے کی غرض سے پتھر پھینکنے شروع کیے۔ رفتہ رفتہ اتنی شدت سے پتھراؤ کرنے لگے کہ حضور اقدس ﷺ سخت زخمی ہو گئے۔ جسم اقدس سے خون بہنے لگا۔ یہاں تک کہ آپ کے خفین (موزے) اور نعلین شریف خون سے تر ہو گئے۔

ظلم و ستم کی انتہا تو تب ہوئی کہ حضور اقدس ﷺ پتھروں کی شدید ضربوں سے زخمی ہو کر جب زمین پر بیٹھ جاتے تھے، تب ظالموں کا گروہ آپ کے بازو کو پکڑ کر آپ کو کھڑا کر دیتے تھے اور جب آپ پھر چلنے لگتے تھے، تو پتھر برسانا شروع کر دیتے تھے۔ حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ڈھال بن کر حضور اقدس ﷺ پر پھینکنے میں آنے والے پتھروں کو اپنے جسم پر جھیلتے تھے۔ یہاں تک کہ حضرت زید بن حارثہ شدید زخمی ہو گئے۔ ان کا جسم لہولہان ہو گیا۔ ایک پتھر کی ضرب کاری لگنے کی وجہ سے ان کا سر بھی پھٹ گیا۔

(ماخوذ از: مدارج النبوۃ، اردو ترجمہ، مصنف: شیخ محقق، شاہ عبدالحق محدث دہلوی، جلد نمبر ۲، صفحہ نمبر ۸۰)

قارئین کرام سے التماس ہے کہ مذکورہ واقعہ کے ضمن میں بخاری شریف اور مسلم

شریف میں ام المومنین، حضرت سیدتنا عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی ایک حدیث کہ جس کو ملت اسلامیہ کے عظیم امام اور محدث حضرت علامہ امام احمد بن محمد قسطلانی (المتوفی: ۹۴۳ھ) نے اپنی معرکۃ الآراء تصنیف "المواہب اللدنیہ" میں نقل فرمایا ہے، اس کو عربی عبارت اور اردو ترجمہ کے ساتھ ذیل میں درج کر رہے ہیں کہ جب ظلم و ستم کی انتہا ہو گئی، اور اللہ تعالیٰ نے پہاڑ کے فرشتے کو بھیجا اور اس فرشتہ نے ظلم و ستم ڈھانے والوں کو دو پہاڑوں کے درمیان کچل کر تباہ کر دینے کی حضور اقدس ﷺ سے اجازت چاہی، تو رحمت عالم ﷺ نے اجازت مرحمت نہ فرمائی بلکہ جو ارشاد فرمایا اسے پڑھ کر ایک مومن کا ایمان تازہ ہو جائے گا کہ بے شک! اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب اعظم و اکرم ﷺ کو "ما کان و ما یکون" یعنی جو کچھ بھی ہو گیا اور جو کچھ بھی ہونے والا ہے، اس کا علم عطا فرمایا ہے۔ طائف میں ظلم و ستم ڈھانے والے گروہ کی آنے والی نسلوں سے اسلام کو فائدہ پہنچنے والا ہے اور اس گروہ کی نسل سے پیدا ہونے والے افراد اسلام کی نمایاں خدمات انجام دینے کے لیے اپنے تن من دھن کو قربان کریں گے، یہ حقیقت غیب جاننے والے پیارے آقا ﷺ کی دور رس نگاہوں نے ابھی سے ملاحظہ فرما لیا تھا، لہذا ان کی عام تباہی نہ چاہی بلکہ؟؟؟

ذیل میں ملاحظہ فرمائیں:

وَفِي الْبُخَارِيِّ وَمُسْلِمٍ مِنْ حَدِيثِ عَائِشَةَ أَنَّهَا قَالَتْ لِلنَّبِيِّ -صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ-، هَلْ أَتٰى عَلَيْكَ يَوْمٌ أَشَدُّ مِنْ يَوْمِ أُحُدٍ، قَالَ: لَقَدْ لَقِيتُ مِنْ قَوْمِكَ، وَكَانَ أَشَدَّ مَا لَقِيتُ مِنْهُمْ يَوْمَ الْعَقَبَةِ، إِذْ عَرَضْتُ نَفْسِي عَلَى ابْنِ عَبْدِ يَالِيلَ بْنِ عَبْدِ كَلَالٍ، فَلَمْ يُجِبْنِي إِلٰى مَا أَرَدْتُ، فَانْطَلَقْتُ -وَأَنَا مَهْمُومٌ عَلٰى وَجْهِي، فَلَمْ أَسْتَفِقْ إِلَّا وَأَنَا

بِقَرْنِ الثَّعَالِبِ، فَرَفَعْتُ رَأسِیْ، فَإِذَا أَنَا بِسَحَابَةٍ قَدْ أَظَلَّتْنِیْ، فَنَظَرْتُ فَإِذَا فِیْهَا جِبْرِیْلُ -عَلَیْهِ السَّلَامُ-، فَنَادَانِیْ .فَقَالَ :إِنَّ اللّٰهَ قَدْ سَمِعَ قَوْلَ قَوْمِکَ، وَمَا رَدُّوْا عَلَیْکَ، وَقَدْ بَعَثَ إِلَیْکَ مَلَکَ الْجِبَالِ لِتَأْمُرَهُ بِمَا شِئْتَ، فَنَادَانِیْ مَلَکُ الْجِبَالِ، فَسَلَّمَ عَلَیَّ ثُمَّ قَالَ :یَا مُحَمَّدُ، إِنَّ اللّٰهَ قَدْ سَمِعَ قَوْلَ قَوْمِکَ لَکَ، وَأَنَا مَلَکُ الْجِبَالِ، وَقَدْ بَعَثَنِیْ رَبُّکَ إِلَیْکَ لِتَأْمُرَنِیْ بِأَمْرِکَ، إِنْ شِئْتَ أَنْ أُطْبِقَ عَلَیْهِمُ الْأَخْشَبَیْنِ قَالَ -صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ :- بَلْ أَرْجُوْ أَنْ یُخْرِجَ اللّٰهُ مِنْ أَصْلَابِهِمْ مَنْ یَعْبُدُ اللّٰهَ وَحْدَهُ لَا یُشْرَکُ بِهٖ شَیْئًا.

حواله : "المواهب اللدنیه بالمنح المحمدیه" مصنف:علامہ امام احمد بن محمد قسطلانی (المتوفی ۹۲۳ھ) مطبوعہ : دارالکتب العلمیہ، بیروت، لبنان، جلد ا، صفحہ نمبر: ۲۶۸

- مندرجہ بالا عربی عبارت کا اردو ترجمہ:

صحیح بخاری و مسلم میں ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے وہ فرماتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا کہ روز احد سے زیادہ سخت و شدید دن آپ پر کوئی اور بھی آیا ہے؟ فرمایا بلا شبہ، تمھاری قوم کی جانب سے مجھ پر سخت سے سخت مصائب و آلام توڑے گئے، لیکن ان کی جانب سے جتنا دکھ روز عقبہ (سفر طائف کے وقت) پہنچا ہے۔ جس وقت میں عبد یالیل بن کلال کے سامنے آیا اور منصب جلیل ظاہر کر کے اسے دعوت اسلام

دی، تو اس نے اسے قبول نہ کیا، اور میں چل دیا۔ اس حال میں کہ میں بہت مغموم و محزون اور بے خود تھا، اور قرن ثعالیب میں پہنچنے تک مجھے ہوش نہ تھا اس کے بعد میں نے اپنا سر اٹھایا تو دیکھا کہ ابر کا ایک ٹکڑا مجھ پر سایہ کیے ہوئے ہے۔ پھر میں نے غور سے دیکھا تو اس میں جبرئیل علیہ السلام ہیں، انھوں نے مجھے مخاطب کیا اور کہا کہ حق تعالیٰ نے تمھاری قوم اہل مکہ وغیرہ کی حرکتیں اور باتیں ملاحظہ فرمائی ہیں، یعنی جو انھوں نے جواب دیا اور بدسلوکی کی ہے، اللہ تعالیٰ نے آپ کی خدمت میں "ملک الجبال" یعنی پہاڑوں کے فرشتے کو بھیجا ہے۔ اسے آپ کا تابع فرمان کر دیا ہے کہ جو چاہیں اسے حکم فرمائیں۔ اس کے بعد ملک الجبال نے مجھے مخاطب کیا اور سلام عرض کیا اور کہا حق تعالیٰ نے آپ کی قوم کی باتیں سنی ہیں، میں پہاڑوں کا فرشتہ ہوں، دنیا جہان کے پہاڑ میرے قبضہ و اختیار میں ہیں اور مجھے آپ کی خدمت میں حق تعالیٰ نے بھیجا ہے تاکہ آپ جو چاہیں مجھے حکم فرمائیں۔ اگر آپ حکم فرمائیں تو میں ان پر "اخشبین" کو (یہ دو پہاڑوں کے نام ہیں ان کے درمیان مکہ بستی ہے) اٹھا کر انھیں کچل کر ہلاک کر دوں؟ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ میں نہیں چاہتا کہ انھیں نیست و نابود کیا جائے بلکہ میں امید رکھتا ہوں کہ حق تعالیٰ ان کی نسل سے ایسے لوگ پیدا فرمائے گا، جو اس کی عبادت کریں گے اور کسی کو اس کا شریک نہ بنائیں گے۔

مندرجہ بالا حدیث میں مذکور واقعہ کا ماحصل یہ ہے کہ طائف کے آوارہ اور لوفر قسم کے بدمعاش عناصر اپنی قوم کے رہبروں کے بہکاوے میں آ گئے۔ دروغ گوئی اور کذب

بیانی سے ان کے اتنے کان بھرے گئے تھے کہ وہ مشتعل ہوکر بغیر سوچے اور سمجھے،حق اور باطل کا امتیاز کیے بغیر، بھیڑ چال چل کر، دیکھا دیکھی میں، اندھا دھند کود پڑے تھے اور مخالفت برائے مخالفت کے تقاضہ کے تحت ہاؤ ہو کرتے ہوئے شور وغوغا مچاتے ہوئے ایذا رسائی کرنے پر تلے ہوئے تھے۔ان کا مقصد اپنی قوم کے رہبروں کے حکم کی تعمیل کرکے اپنی قوم کے رہبروں کو خوش کرنے کے لیے مخالفانہ کردار ادا کرنے کے سوا اور کچھ نہ تھا، یہ کسی کے ہاتھ کی کٹھ پتلی بن کر بغیر سوچے سمجھے مخالفت کرتے تھے اور ظلم وستم ڈھاتے تھے۔ان کی مخالفت اور ان کا ظلم وستم ڈھانا اپنی عقل وفہم سے نہ تھا بلکہ بے وقوفی، جہالت، ناسمجھ داری، بے عقلی، حماقت، نادانی اور احمق پن پر ہی تھا، گمراہیت کے ظلم کدہ میں بھٹک کر حق وصداقت کے روشن چراغ کو بجھانے کی نازیبا حرکت کر رہے تھے۔

اللہ تعالیٰ کے محبوب اعظم واکرم ﷺ کی غیب داں اور دور رس نگاہوں نے پہچان لیا کہ ان ستم ڈھانے والوں کو بہکایا اور گمراہ کیا گیا ہے۔اکسایا گیا ہے بلکہ تشدد کی حد تک مشتعل کیا گیا ہے۔آج چاہے وہ مجھ پر پتھر برسا رہے ہیں لیکن جب انھیں حقیقت سے آشنائی ہوگی، تب یہی لوگ میرے قدموں پر عقیدت کے پھول نچھاور کریں گی۔ان کی آنے والی نسلیں میری محبت میں صرف میرے نام پر ہی اپنی جانیں قربان کریں گے۔راہ حق میں اپنے سر کٹا کر اسلام کی عظیم خدمات انجام دے کر توحید کے پرچم کو بلند رکھنے میں اپنی جاں فشانی اور جاں نثاری کی تاریخ قائم کرنے والے افراد ان کی نسلوں میں پیدا ہوں گے۔

اگر میں نے فرشتہ کو حکم دے کر دو پہاڑوں کے درمیان کچلوا کر انھیں مروا دوں گا، تو ان کی نسل کی بقا اور آمد کا امکان ہی نہ رہے گا۔اگر میں نے انھیں ابھی سے ختم کروا دیا، تو اسلام کی عظیم خدمات انجام دینے کے لیے آنے والی (پیدا ہونے والی) ان کی نسل ابھی سے

ہی نیست ونابود ہو جائے گی۔ان لوگوں نے مجھ کو پتھر مارنے کا جرم ضرور کیا ہے لیکن سچے اور اصل مجرم تو پردہ کے پیچھے ہیں۔یہ لوگ تو پیادہ بنے ہیں۔لیکن ایک دن ایسا آنے والا ہے کہ کسی کے بہکانے اور اکسانے پر آج مجھ پر ظلم وستم کرنے والے اسلام کے سچے وفادار بن کر پردہ کے پیچھے بیٹھ کر اکسانے والے اصلی مجرموں کو ان کے کیے کی سزا دے کر برابر کا سبق سکھائیں گے۔

عتبہ بن ابولہب کے لیے ہلاکت کی دعا

طائف کے لوگوں کے ظلم وستم کا بدلہ حضور اقدس، رحمت عالم ﷺ نے احسان وکرم سے عطا فرمایا۔اس احسان وکرم کی وجہ ہم قارئین کرام کی خدمت میں بیان کر چکے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب کو علم غیب کی خصوصیت سے نوازا تھا۔آپ غیب کے علم کے ذریعہ طائف کے لوگوں کی آنے والی نسل کا مستقبل جانتے تھے، لہٰذا آپ نے درگزر اور معافی کا احسان وکرم فرمایا۔

مذکورہ طائف کے واقعہ کو مثال بنا کر دور حاضر کے صلح کلی کٹ مُلّے لوگوں کے سامنے غلط استدلال بیان کرتے ہیں کہ موجودہ زمانہ کے منافقین مثلاً وہابی، دیوبندی، تبلیغی، غیر مقلدین اہل حدیث اور دیگر فرقۂ باطلہ کے لوگوں کے ساتھ بھی نرم رویہ اختیار کرنا چاہیئے اور کسی کو کچھ بھی نہیں کہنا چاہیئے۔چاہے وہ اپنے باطل عقائد کی نشر واشاعت کرے، ہمیں ان کی مخالفت نہیں کرنی چاہیئے اور ان کے خلاف کچھ بھی بولنا نہیں چاہیئے۔(معاذ اللہ)

بلکہ افسوس تو اس بات پر ہے کہ خود کو سنی کہلانے والے بہت سے صلح کلی ملّا اپنی تقریروں میں جب ''سیرت النبی'' کے عنوان پر بیان کرتے ہیں، تب ہمیشہ حضور اقدس ﷺ

کی ''مظلومیت کا پہلو'' ہی بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ ہمارے نبی نے پتھروں کا مار کھایا ـــــ لوگوں نے راہ میں کانٹے بچھائے ـــــ طرح طرح کی تکلیفیں دیں ـــــ ظلم وستم ڈھائے ـــــ لیکن ہمارے نبی نے کچھ بھی نہیں کہا ـــــ صبر کیا ـــــ برداشت کیا ـــــ کبھی بھی کسی کے لیے بددعا نہیں کی ـــــ بلکہ ہمیشہ سب کو دعائیں دیں ـــــ دشمنوں کو بھی دعاؤں سے نوازا ـــــ وغیرہ وغیرہ۔ ایسا بیان کر کے وہ صلح کلی کٹ مُلّا لوگوں کو اچھے اخلاق کے بہانے بدعقیدہ لوگوں کے ساتھ بھی اخلاق سے پیش آنے اور نرم رویہ اپنانے کی ترغیب دے کر انھیں بھی صلح کلیت کے دلدل میں گھسیٹتا ہے اور بدعقیدہ لوگوں سے ریشمی تعلقات قائم کرنے کی تلقین وتعلیم کرتا ہے۔

ایسے صلح کلی کٹ مُلّے ہمیشہ سکہ کی ایک باز وہی بتاتے ہیں اور صرف اخلاق، نرمی اور حسن سلوک کا پہلو ہی سیرۃ النبی کی مجلسوں میں بیان کرتے ہیں۔ سکہ کی دوسری جانب بتاتے ہی نہیں۔ حالانکہ حضور اقدس، رحمت عالم ﷺ کی مقدس سیرت میں جمال اور جلال دونوں پہلو موجود ہیں۔ جہاں آپ نے اپنے ذاتی دشمنوں کو عفو وکرم اور دعاؤں سے نوازا ہے، وہیں آپ نے دین کو ضرور پہنچانے والے بدبخت عناصر کے لیے دعائے ہلاکت بھی فرمائی ہے۔ جیسا کہ ''ابوجہل وغیرہ کے لیے دعائے ہلاکت'' اس عنوان کے تحت تفصیلی بحث آپ ملاحظہ فرما چکے ہیں۔ آیئے! یہاں ایک دیگر واقعہ پیش خدمت ہے۔

عتبہ بن ابولہب کو شیر نے پھاڑ ڈالا

حضور اقدس، رحمت عالم ﷺ کے سب سے بڑے دشمن اور مخالف ابولہب کے بیٹے عتبہ کی شادی حضور اقدس ﷺ کی شہزادی حضرت ام کلثوم رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے ساتھ

ہوئی تھی۔ عتبہ اپنے باپ ابولہب کے بہکاوے میں آکر حضور اقدس ﷺ کا سخت مخالف ہو گیا تھا۔

ایک مرتبہ عتبہ تجارت کی غرض سے ملک شام Syria کے سفر پر جا رہا تھا، تب اس نے کہا تھا کہ ''میں (حضرت) محمد (ﷺ) کے پاس جا کر انھیں سخت پریشان کروں گا'' لہٰذا عتبہ حضور اقدس ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس نے کہا کہ میں قرآن کی آیت ﴿وَالنَّجْمِ إِذَا هَوٰى﴾ اور ﴿ثُمَّ دَنَا فَتَدَلّٰى﴾ (دونوں آیات، سورۃ والنجم پارہ ۲۷) کو نہیں مانتا۔ بعدہٗ وہ نالائق حضور اقدس ﷺ کے جانب تھوکا اور آپ کی صاحبزادی کو طلاق دے کر واپس بھیج دیا۔

عتبہ بن ربیعہ کی مذکورہ مذموم حرکت سے ناراض ہو کر حضور اقدس ﷺ نے عتبہ کی تباہی اور بربادی کے لیے دعائے ہلاکت فرماتے ہوئے بارگاہ رب العزت میں دعا فرمائی کہ ''اَللّٰهُمَّ سَلِّطْ عَلَيْهِ كَلْبًا مِنْ كِلَابِكَ'' یعنی ''اے اللہ! تیرے کتوں میں سے ایک کتا اس پر مسلط فرما۔

پھر کیا ہوا؟

عتبہ کا کیا ہوا؟...... عتبہ کا دردناک انجام ہوا۔

کیسے اور کس طرح؟

'' فَرَجَعَ عُتْبَةُ إِلَى أَبِيهِ فَأَخْبَرَهُ، ثُمَّ خَرَجُوا إِلَى الشَّامِ، فَنَزَلُوا مَنْزِلًا، فَأَشْرَفَ عَلَيْهِمْ رَاهِبٌ مِنَ الدَّيْرِ فَقَالَ لَهُمْ: إِنَّ هَذِهِ أَرْضٌ مُسْبِعَةٌ. فَقَالَ أَبُو لَهَبٍ لِأَصْحَابِهِ: أَغِيثُونَا يَا مَعْشَرَ قُرَيْشٍ هَذِهِ اللَّيْلَةَ ❁ فَإِنِّي أَخَافُ عَلَى ابْنِي مِنْ دَعْوَةِ مُحَمَّدٍ، فَجَمَعُوا جِمَالَهُمْ

وَأَنَاخُوهَا حَوْلَهُمْ، وَأَحْدَقُوا بِعُتْبَةَ، فَجَاءَ الْأَسَدُ يتخلّلهُمْ وَ يَتَشَمَّمُ وُجُوهَهُمْ حَتَّى ضَرَبَ عُتْبَةَ فَقَتَلَهُ "

حواله :

(۱) "تفسیر روح البیان " : (عربی) امام شیخ اسماعیل حقّی (المتوفیٰ ۱۱۳۷ھ) ناشر :. دار احیاء االتراث العربی، بیروت،لبنان، طبع اولیٰ، سن طباعت ۱۴۲۱ھ، جلد نمبر : ۱۰ ، صفحہ نمبر : ۶۴۸

(۲) "تفسیر القرطبیّ " : (عربی) مفسر : ابی عبداللّٰہ محمد بن احمد قرطبی، (المتوفیٰ ۶۷۱ھ). ناشر :. دارالکتب العلمیہ،بیروت،لبنان، الطبعة الثانیہ، سن طباعت ۱۴۲۴ھ، جلد نمبر : ۱۷ ، صفحہ نمبر : ۵۶

(۳) "تفسیر الکشاف" (عربی) مفسر : ابی القاسم محمود بن محمد زمخشری (المتوفیٰ ۵۳۸ھ). ناشر :. دارالکتب العلمیہ،بیروت،لبنان، الطبعة الاولیٰ، سن طباعت ۱۴۲۷ھ، جلد نمبر : ۴، صفحہ نمبر : ۴۰۷

(۴) "تفسیر روح البیان " : (اردوترجمہ) . مترجم : علامہ محمد فیض احمد اویسی،طبع اول، سن طباعت ۱۴۲۰ھ، ناشر :. مکتبہ اویسیہ رضویہ، لاھور.پاکستان، جلد نمبر : ۱۵ ، صفحہ نمبر : ۶۱۱

- مذکورہ بالا عربی عبارت کا اردو ترجمہ:

پھر عتبہ گھر آیا اور ساری حقیقت سے اپنے باپ کو آگاہ کیا۔ اس کے بعد باپ بیٹا قافلے کے ساتھ ملک شام کے سفر پر روانہ ہوگئے۔ راستہ میں ایک مقام پر رات بسر کرنے کے لیے پڑاو ڈالا گیا، وہاں کے ایک گرجا (عیسائیوں کی عبادت گاہ) کے ایک پادری نے قافلہ والوں کو متنبہ کیا کہ یہ علاقہ جنگلی جانوروں اور وحشی درندوں کا ہے۔ لہذا آپ لوگ ہوشیار رہیں، پادری کی بات سن کر ابولہب قافلے کے لوگوں سے مخاطب ہوکر کہتا ہے کہ اے قریش کے لوگو! آج رات میری مدد کرو، کیوں کہ مجھے میرے بیٹے کے حق میں حضرت محمد ﷺ کی کی ہوئی بددعا کا ڈر محسوس ہو رہا ہے۔ جس سے قافلے کے لوگوں نے اپنی سواری کے سارے اونٹوں کو عتبہ کی اردگرد بٹھا کر اسے محفوظ احاطہ میں کر دیا اور سب سو گئے۔ رات کے وقت ایک شیر آیا اور اس نے اونٹوں کے احاطہ کو بکھیر کر سب کے منھ سونگھتا ہوا عتبہ تک پہنچ کر عتبہ پر حملہ کیا اور اسے پھاڑ کھایا۔ (قتل کر ڈالا)

تفسیر کا مذکورہ بالا حوالہ ایک مرتبہ نہیں بلکہ متعدد مرتبہ مطالعہ کرکے غور وفکر کریں۔ مندرجہ ذیل اہم نکات سامنے آئیں گے:

- حضور اقدس، رحمت عالم ﷺ نے اپنی بارگاہ کے گستاخ کے لیے دعائے ہلاکت فرمائی اور آپ کی دعا فوراً قبول ہوئی۔ کیوں کہ گستاخی کرنے کے بعد عتبہ فوراً ملک شام کے سفر پر گیا اور اسی سفر میں عتبہ لقمۂ اجل بن کر ہلاک ہوگیا۔
- ابولہب کو یقین کے درجہ میں معلوم تھا کہ حضور اقدس، رحمت عالم ﷺ نے میرے

بیٹے عتبہ کے حق میں جو دعائے ہلاکت فرمائی ہے، وہ یقیناً قبول ہوگی اور میرا بیٹا درندوں کا شکار ہوجائے گا۔اسی لیے ہی اس نے اپنے نالائق کپوت کی حفاظت کا بھرپور انتظام کیا تھا اور اسے اونٹوں کے قافلہ کے درمیان میں سلایا تھا،لیکن جو ہونا تھا، وہ ہوکر ہی رہا۔اس نے اپنے بیٹے کی حفاظت کا جو انتظام کیا تھا، وہ غیر مفید ثابت ہوا۔حفاظت کا انتظام تہس نہس ہوکر رہ گیا اور اللہ تعالیٰ کے کتوں میں سے ایک کتا بشکل شیر Lion آدھمکا اور عتبہ کو پھاڑ کھایا۔

- مندرجہ بالا واقعہ میں صاف مذکور ہے کہ شیر نے اونٹوں کے محاصرہ کو بکھیر دیا اور سوئے ہوئے تمام اشخاص کے منہ کو سونگتا ہوا عتبہ تک پہنچ گیا اور اسے پھاڑ کھایا۔ ثابت ہوا کہ شیر نے سب کے منہ سونگے تھے اور اسے ہر شخص کے منہ کو بو smell عام طرح Normal محسوس ہوئی لیکن عتبہ کے منہ سے نبی کی گستاخی کی بدبو آئی تھی اور اسی بدبو کی وجہ سے ہی شیر نے پہچان لیا کہ یہی گستاخ رسول ہے اور شیر نے گستاخ رسول عتبہ کو اس کے منہ سے آنے والی گستاخیٔ رسول کی بدبو کی بنا پر پھاڑ کر رکھ دیا۔

آج بھی تجربہ سے یہ حقیقت ثابت شدہ ہے کہ دور حاضر کے گستاخ رسول منافقین اگر کبھی ٹرین یا بس میں قریب کی نشست پر آکر بیٹھ جاتا ہے اور کسی دینی مسئلہ میں اس کے ساتھ کوئی بحث مباحثہ ہوجاتا ہے اور جب وہ کچھ کہتا ہے اور کہنے کے لیے اپنا منہ کھولتا ہے، تب اس کے منہ سے ایسی خطرناک بدبو نکلتی ہے کہ اگر ہم اپنے ناک پر خوشبو لگا ہوا رومال نہ رکھیں، تو متلی آنے لگتی ہے اور قے ہوجانے کا خطرہ ہوتا ہے۔واقعی وہ گستاخ رسول بات چیت کرتے وقت اپنا منہ کھولتا ہے، تب ایسا محسوس ہوتا ہے زمین دوز Under Ground

گٹر کا ڈھکن کھلا ہے اور گٹر سے تعفن آمیز ہوا کا تھپیڑا ہمارے ناک پر حملہ آور ہوا ہے۔مختصر یہ کہ بارگاہ رسالت ﷺ میں توہین اور گستاخی کرنے والے گستاخ منافقین کے منہ ہمیشہ بدبو مارتے ہیں اور ان کے منہ سے ناقابل برداشت بدبو نکلتی ہے اور فضا کی معطر موزونیت کو تعفن آمیز ریح میں تبدیل کردیتی ہے۔(الامان والحفیظ)

جنگ خندق کے دن دعا فرمائی کہ: اللہ تعالیٰ ان کے گھروں کو اور قبروں کو آگ سے بھر دے

حضور اقدس، رحمت عالم ﷺ نے کسی کے لیے "دعائے ہلاکت" نہیں فرمائی، ایسے جھوٹ کے پل باندھنے والے صلح کلی کٹ ملّاؤں کے منہ پر علی گڑھی تالا لگانے کے لیے ایک حدیث شریف ذیل میں پیش ہے:

۵ھ میں "جنگ خندق" کا واقعہ پیش آیا، کافروں اور یہودیوں نے متحد ہوکر مدینہ طیبہ پر حملہ کیا تھا۔مکہ معظّمہ کے کفار اور خیبر کے یہود نے ایک ساتھ مل کر تین ہزار گھوڑے، ایک ہزار اونٹ اور عظیم لشکر کے ساتھ مدینہ طیبہ پر حملہ آور ہونے آپہنچے۔کافروں اور یہودیوں کا مشترکہ لشکر مدینہ طیبہ پر حملہ کرنے آرہا ہے، اس کی اطلاع مدینہ طیبہ موصول ہو چکی تھی، لہٰذا دشمن کے لشکر کو مدینہ شریف میں داخل ہونے سے روکنے کے لیے مدینہ منورہ کی چاروں طرف گہری نہر Canal کھودی گئی تھی۔لہٰذا اس جنگ کا نام "جنگ خندق" مشہور ہوا۔اس جنگ کا دوسرا نام "جنگ احزاب" بھی ہے۔

جنگ خندق کے دِنوں میں ایک دن دشمنوں نے شدّت کے ساتھ یلغار کردی۔ دشمنوں کے متحدہ حملہ کے دفاع میں اسلام کے جانباز مجاہدوں نے سردھڑ کی بازی لگا کر دلیری

اور بہادری سے مقابلہ کیا۔لہذا صبح سے لیکر رات تک جنگ جاری رہی اور جنگ کی آگ کے بھڑکتے شعلوں اور انگاروں کی وجہ سے حضور اقدس ﷺ اور صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم کو ظہر، عصر اور مغرب کی نماز پڑھنے کا موقع نہ ملا اور تینوں وقت کی نمازیں قضا ہو گئیں۔جب رات کے وقت معرکۂ جنگ سرد ہوا اور دونوں لشکر جنگ وقتال سے فارغ ہوکر اپنے اپنے خیموں Camps میں واپس لوٹے، تو حضور اقدس، رحمت عالم ﷺ نے حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حکم فرمایا کہ اذان اور اقامت کہیں۔اور حضور اقدس ﷺ نے پہلے ظہر کی نماز، پھر عصر کی نماز اور پھر مغرب کی نماز کی قضا فرمائی۔

کافروں کے ساتھ جنگ کی مصروفیت کی وجہ سے نماز قضا ہو جانے کا حضور اقدس ﷺ کو نہایت رنج و ملال تھا۔نماز قضا ہونے کا رنج و ملال آپ کے چہرۂ انور سے نمایاں تھا۔ آپ کو نماز پڑھنے سے روکنے والے کافروں پر آپ سخت جلال میں تھے اور ان سے سخت ناراض تھے۔رحمت عالم ﷺ کا جلال کافروں حق میں دعائے ہلاکت کی صورت میں نمودار ہوا۔اور آپ نے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا فرمائی کہ ''مَلَأ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ بُيُوْتَهُمْ وَ قُبُوْرَهُمْ نَارًا، كَمَا شَغَلُوْنَا عَنْ صَلَاةِ الْوُسْطٰى حَتّٰى غَابَتِ الشَّمْسُ ۔'' ترجمہ ''اللہ تعالیٰ ان کے گھروں کو اور قبروں کو آگ سے بھر دے، جیسا کہ انھوں نے ہم کو عصر کی نماز پڑھنے سے روکا، یہاں تک کے آفتاب غروب ہو گیا۔''

آیئے! اس واقعہ کی ثبوت میں حدیث کا حوالہ دیکھیں:

''عَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، أَنَّهُ قَالَ يَوْمَ الْخَنْدَقِ مَلَأَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ بُيُوتَهُمْ وَقُبُورَهُمْ نَارًا، كَمَا شَغَلُونَا عَنْ صَلَاةِ الْوُسْطَى حَتَّى غَابَتِ الشَّمْسُ''

حوالہ :

(۱) ''فتح الباری بشرح صحیح البخاری'' : (عربی) شارح . امام ابی الفضل احمد علی بن حجر عسقلانی (المتوفیٰ ۸۵۲ھ) ناشر :. دار ابی حیان .القاهره . مصر . طبع اول . سن طباعت ۱۴۱۶ھ، کتاب المغازی، باب نمبر ۲۹، غزوۃ الخندق، جلد نمبر : ۹، حدیث نمبر : ۴۱۱۱، صفحہ نمبر : ۳۶۷

(۲) ''صحیح البخاری'' (عربی) ناشر : مکتبہ بلال، دیوبند، (یوپی) جلد نمبر : ۲، صفحہ نمبر : ۵۹۰

- مندرجہ بالا عربی عبارت کا اردو ترجمہ:

''حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے خندق کے دن فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کافروں کے گھروں اور قبروں کو آگ سے بھر دے، انھوں نے ہمیں ''صلاۃ وسطیٰ'' (عصر کی نماز) پڑھنے سے روکا، یہاں تک کہ آفتاب غروب ہو گیا۔''

قارئین کرام توجہ فرمائیں کہ ''اللہ تعالیٰ کافروں کے گھروں اور قبروں کو آگ سے بھر دے'' اس دعا سے بڑھ کر ہلاکت یعنی برباد ہونے کی کونسی دعائے ہلاکت ہو سکتی ہے؟ یہ دعا تو دنیا اور آخرت دونوں کی بربادی اور تباہی کے لیے ہے۔دنیا کی تباہی یعنی ان کے مکانوں کو اللہ تعالیٰ آگ لگا دے اور آخرت کی تباہی یعنی آخرت کا عذاب یعنی آخرت کی پہلی منزل قبروں کو اللہ آگ سے بھر دے۔یعنی اللہ تعالیٰ انھیں قبر میں ہی دردناک اور شدید قسم کے

عذاب میں مبتلا فرمادے۔

ذرا غور کرو! وہ ذات گرامی جو پوری کائنات کے لیے ''رَحْمَةٌ لِلْعَالَمِيْنَ'' بن کر تشریف لائی بلکہ ان کی اس دنیا میں تشریف آوری ہی رحم وکرم پر مبنی ہے۔ وہ سراپا رحمت ذات گرامی دین کے دشمنوں کے لیے کیسی دعائے ہلاکت فرما رہی ہے؟ صرف دنیا کی بربادی کی ہی دعا نہیں فرماتے بلکہ دنیا کے ساتھ ساتھ آخرت کی تباہی اور بربادی کے لیے بھی دعا فرما رہے ہیں۔ تاکہ ان کی تباہی اور بربادی دوسروں کے لیے باعث عبرت ہو اور فسادی و ظالم عناصر دین متین کو نقصان وضرر پہنچانے سے ڈریں۔

صلح کلی اور پلپلے کٹ مُلّا کہ جو ذاتی اور مالی مفاد کی لالچ میں گرفتار ہو کر بدعقیدہ منافقین کی حمایت و ہمدردی میں پلپلا پن کر کے نرمی اختیار کرنے کی پالیسی پر عمل کرتے اور کرواتے ہیں۔ وہ ذیل میں درج حدیث کے واقعہ کو پڑھ کر عبرت حاصل کریں۔ صاف لفظوں میں کہیں تو یہ کہ اب تو سدھر جائیں!!!

اسلام سے منحرف ہو کر مرتد ہونے والوں کو سزا:

لوہے کی سلاخیں گرم کر کے آنکھوں میں ڈال کر آنکھیں پھوڑ ڈالیں۔

٦ھ میں ''قبیلۂ عکل'' یا ''قبیلۂ عرینہ'' کے ٨/آٹھ اشخاص مدینہ منورہ میں آئے اور بارگاہ رسالت مآب ﷺ میں حاضر ہو کر حضور اقدس، جان ایمان ﷺ کے دست حق پرست پر مشرف بہ اسلام ہوئے اور بیعت ہوئے۔ وہ لوگ چند دنوں تک مدینہ منورہ میں مقیم رہے لیکن چونکہ وہ دیہات کے باشندے تھے، لہٰذا ان کو مدینہ طیبہ کی فرحت افزا نورانی فضا راس

نہ آئی اور وہ بیمار ہو گئے۔ انھوں نے حضور اقدس ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ یا رسول اللہ! ہم جنگلوں میں رہ کر مویشی چرانے کا کام کرنے والے چرواہے ہیں۔ مدینہ شہر کی آب و ہوا اور کاشت کاری (کھیتی) کا کام ہمیں موافق نہیں آتا۔ چنانچہ حضور اقدس ﷺ نے انھیں مدینہ منورہ سے ٦/چھ میل پر واقع ''قبا'' نام کے مقام پر بھیج دیا، جہاں آپ کی ملک کے اونٹ تھے۔ حضور اقدس ﷺ نے ان سے فرمایا کہ تم لوگ ''قبا'' میں رہو اور میرے اونٹوں کو چراؤ اور دیکھ بھال کرو۔

وہ لوگ مدینہ طیبہ سے قبا چلے گئے اور اونٹوں کو چرانے کا کام کرنے لگے۔ چند دنوں بعد ان کی عقلیں ماری گئیں اور وہ اسلام سے منحرف ہو کر مرتد ہو گئے اور حضور اقدس ﷺ کے ١٥/پندرہ اونٹ اپنے ساتھ لے کر بھاگ گئے۔ ان پندرہ اونٹوں میں سے ایک اونٹ کو ذبح کر ڈالا اور بقیہ ١٤/چودہ اونٹ لے کر بھاگ گئے۔

قبا میں حضور اقدس ﷺ کے اونٹوں کی رکھوالی کے لیے آپ کے غلام حضرت یاسر رضی اللہ تعالیٰ عنہ پہلے ہی سے متعین تھے۔ انھوں نے اپنے ساتھیوں کے ساتھ قبیلہ عکل کے لٹیروں کا تعاقب فرمایا تاکہ ان کے قبضہ سے اونٹوں کو چھڑا کر واپس لے آئیں۔ لیکن ان ظالم لٹیروں نے حضرت یاسر رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر قاتلانہ حملہ کر دیا اور حضرت یاسر کے ہاتھ اور پاؤں کاٹ ڈالے۔ علاوہ ازیں حضرت یاسر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے آنکھوں میں نوکیلے جنگلی کانٹے پیوست کر کے ان کی آنکھیں پھوڑ ڈالیں۔ لہٰذا حضرت یاسر بے شمار تکالیف اور درد ناک مظالم جھیل کر شہید ہو گئے۔

حضور اقدس، رحمت عالم ﷺ کو مذکورہ حادثہ کی جب اطلاع ہوئی، تو آپ نے کل ٢٠/بیس گھوڑ سواروں کے گروہ کو حضرت کرز بن جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی سرداری میں ان

ظالموں کی گرفتاری کے لیے روانہ فرمایا۔ حضرت کرز بن جابر نے ان تمام کو گرفتار کر لیا اور قیدی بنا کر مدینہ منورہ لے آئے۔

(حوالہ: شرح مسلم شریف۔ اردو ترجمہ، مترجم: علامہ غلام رسول سعیدی، شیخ الحدیث جامعہ نعیمیہ، کراچی، ناشر: فاروقیہ بک ڈپو، دہلی، جلد ۴، صفحہ نمبر ۶۴۰)

پھر کیا ہوا؟ حضور اقدس، رحمت عالم ﷺ نے ان کے ساتھ کیا سلوک فرمایا؟

"حَتَّى جِيءَ بِهِمْ فَأَمَرَ بِهِمْ فَقَطَعَ أَيْدِيَهُمْ وَأَرْجُلَهُمْ وَسَمَرَ أَعْيُنَهُمْ، فَأُلْقُوا بِالْحَرَّةِ يَسْتَسْقُونَ فَلاَ يُسْقَوْنَ قَالَ أَبُو قِلاَبَةَ هَؤُلاَءِ قَوْمٌ سَرَقُوا وَقَتَلُوا وَكَفَرُوا بَعْدَ إِيمَانِهِمْ، وَحَارَبُوا اللَّهَ وَرَسُولَهُ"

حواله:

(۱) "صحیح البخاری" (عربی) ناشر: مکتبہء بلال. دیوبند، (یوپی) سن طباعت ۱۴۱۹ھ، جلد نمبر: ۲، صفحه نمبر: ۱۰۰۵

(۲) "صحیح البخاری" (عربی) ناشر: جمیعة المکنز الاسلامی، قاهره. مصر مطبوعه: جرمنی، سن طباعت ۱۴۲۱ھ، کتاب المحاربین من اهل الکفر والردة، حدیث

نمبر: ۶۸۹۲، جلد نمبر: ۳، صفحه نمبر: ۱۳۷۳

(۳) "البحر الرّائق شرح کنز الدقائق" مؤلف: علامه زین الدین بن ابراهیم بن محمد المعروف ابن نجیم حنفی، (المتوفیٰ ۹۷۰ھ)، مطبوعه: داراحیاء التراث العربی، بیروت، لبنان، طبع اولیٰ، سن طباعت ۱۴۲۲ھ، جلد نمبر: ۱، کتاب الطهارة، صفحه نمبر: ۲۵۳

(۴) "الصحیح المسلم" (عربی) ناشر: مکتبہء بلال. دیوبند، (یوپی) سن طباعت ۱۴۱۹ھ، جلد نمبر: ۲، صفحه نمبر: ۵۷

(۵) "فتح الباری بشرح صحیح البخاری": (عربی) شارح: امام ابی الفضل احمد بن علی بن حجر عسقلانی (المتوفیٰ ۸۵۴ھ)، ناشر: دار ابی حیان، القاهره، مصر، طبع اول، سن طباعت ۱۴۱۶ھ، کتاب الحدود، باب نمبر: ۱۷، جلد نمبر: ۱۵، حدیث نمبر: ۶۸۰۵، صفحه نمبر: ۳۸۱

● مندرجہ بالا حدیث کا اردو ترجمہ:

جب انھیں حاضر کیا گیا تو نبی کریم ﷺ نے ان کے ہاتھوں اور پیروں کو کاٹنے اور ان کی آنکھوں کو پھوڑنے کا حکم دیا، پھر انھیں گرم سنگریزوں میں ڈال دیا گیا وہ چلچلاتی دھوپ میں تڑپ تڑپ کر پانی مانگتے تھے، مگر انھیں

پیاسا رکھا گیا، یہاں تک کہ وہ چلچلاتی دھوپ میں تڑپ تڑپ کر موت کے گھاٹ اتر گئے۔ راوی حدیث حضرت ابوقلابہ فرماتے ہیں کہ ان لوگوں نے چوریاں کی، قتل کیا، اور ایمان لانے کے بعد کافر ہوگئے اور اللہ اور اس کے رسول سے دشمنی مول لی۔

مندرجہ بالا حدیث شریف کو بغور مطالعہ فرما کر اس پر غور وفکر کرنے سے ذیل میں درج اہم نکات کا انکشاف ہوگا اور یہ ثابت ہوگا کہ وہ ذات گرامی جو پوری کائنات کے لیے ''رحمۃ للعالمین'' بن کر دنیا میں تشریف لائی، اس ذات گرامی کا دین سے منحرف ہو کر مرتد ہو جانے والوں کے ساتھ کیا سلوک تھا؟ حدیث سے ثابت ہوا کہ ان مرتدوں کو دردناک اور عبرتناک سزائیں دی گئیں۔ جیسا کہ:

- مرتدوں کے ہاتھ اور پاؤں کاٹے گئے۔
- لوہے کی سلاخیں گرم کر کے ان کی آنکھوں میں ڈال کر آنکھیں پھوڑ دی گئیں۔
- کٹے ہوئے ہاتھ پاؤں اور پھوٹی ہوئی آنکھوں کی حالت میں انھیں سخت اور شدت کی دھوپ میں گرم شدہ پتھریلی زمین پر ڈال دیا گیا۔
- وہ تمام مجرم شدت کی دھوپ کی حرارت میں تڑپتے تھے اور پیاس کی شدت کی وجہ سے پانی طلب کرتے تھے اور چیخ چیخ کر پانی، پانی، پانی پکارتے تھے۔ لیکن ظالموں کو پانی کا ایک قطرہ بھی نہیں دیا گیا اور وہ لوگ اسی حالت میں تڑپ تڑپ کر موت کی آغوش میں جا پہنچے۔

قارئین کرام! انصاف کرو! ایسی سخت اور کڑی سزا کے متعلق کبھی سنا تھا؟ ایسی عبرتناک سزا کن لوگوں کو دی جارہی ہے؟ مندرجہ بالا حدیث میں مذکور ہے کہ ان لوگوں کو

سزا دی جارہی ہے جو کلمہ توحید لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ کا اقرار کرنے کے بعد دین سے منحرف ہوگئے۔ مذکورہ حدیث کے راوی حضرت ابوقلابہ رضی اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ وہ لوگ ایمان لانے کے بعد کافر ہوگئے یعنی مرتد ہوگئے۔

حضور اقدس، رحمت عالم ﷺ نے اپنی حقیقی چچا حضرت امیر حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو شہید کرنے والے وحشی بن حرب حبشی اور حضرت امیر مزہ کا کلیجہ چبانے والی اور آپ کے ناک، کان وغیرہ کو کاٹ کر مثلہ کرنے والی ہند بنت عتبہ کو فراخ دلی سے معافی عنایت فرمادی۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ وحشی بن حرب اور ہند بنت عتبہ کا جرم اسلام قبول کرنے سے پہلے حالت کفر وشرک میں کیا ہوا جرم تھا اور حدیث کے فرمان کے مطابق اسلام قبول کرنے سے ماضی کے تمام جرم وگناہ معاف ہو جاتے ہیں۔

لیکن ؟

اسلام قبول کرنے کے بعد اسلام سے منحرف ہو جانا یعنی دین اسلام کو چھوڑ کر پھر کفر کا ارتکاب کرنا، ایسا خطرناک اور سنگین جرم ہے کہ اس جرم کے مرتکب کے لیے معافی کی کوئی گنجائش ہی نہیں۔ ایسے مجرم کو شرعی اصطلاح میں ''مرتد'' Apostate کہا جاتا ہے۔ مرتد کے بھی کئی اقسام ہیں اور سب سے بدترین مرتد وہ ہے جو حضور اقدس، جان ایمان ﷺ کی شان میں بے ادبی، گستاخی اور توہین کرنے کی وجہ سے مرتد ہوا ہو۔ ایسا مرتد سب سے خطرناک اور بدترین بلکہ ہلکٹ مرتد ہے۔ ایسے سڑے ہوئے اور بدبودار مرتد کے لیے معافی، رحم، عفو، نرمی اور حسن سلوک کا قطعاً امکان ہی نہیں۔ ایسا مرتد سخت سے سخت اور کڑی سے کڑی سزا کا مستحق ہے۔ سزائے موت کی سزا بھی اس کے لیے ناکافی ہے۔

دور حاضر کے عقائد باطلہ رکھنے والے اور بارگاہ رسالت کے سخت گستاخ اور بے

ادب فرقے کے متبعین مثلاً وہابی، دیوبندی، نجدی، تبلیغی، قادیانی، غیر مقلد اہل حدیث وغیرہ جنھوں نے اپنی کتابوں میں چھاپ کر اور اپنی تقریروں میں بکواس کر کے انبیاء کرام اور خاص کر سید الانبیاء والمرسلین ﷺ کی شان میں سڑی ہوئی گستاخیاں کی ہیں، وہ تمام کے تمام گستاخان رسول بحکم قرآن وحدیث توہین رسول کے جرم کے مرتکب ہونے کی وجہ سے اسلام سے خارج ہیں اور شرعاً ان پر ''مرتد'' کا حکم نافذ ہوتا ہے۔ پھر چاہے وہ نماز پڑھے، روزہ رکھے، حج کرے، زکاۃ دے، اسلامی وضع قطع اختیار کرے، وہ اسلام کے دائرہ سے خارج ہے۔ ایسے مرتد کے ساتھ ہرگز اسلامی اُخوّت کا سلوک اور نرم رویہ نہیں اپنایا جائے گا۔ بلکہ:

دشمن احمد پہ شدت کیجیے
ملحدوں کی کیا مروت کیجیے

(از: امام عشق ومحبت حضرت رضاؔ)

حضور اقدس، رحمت عالم ﷺ نے کبھی بھی کسی پر کوئی سختی نہیں فرمائی بلکہ ہمیشہ نرمی کا سلوک ہی فرمایا۔ ایسا جھوٹ پھیلانے والے صلح کلی ملاؤں کو شاید چکر آجائیں گے، ایسا ایک واقعہ ''صحیح بخاری شریف'' کے حوالے سے اب ہم پیش کر رہے ہیں کہ ایک گستاخ رسول خانۂ کعبہ کے پردوں (غلاف) میں لپٹا ہوا دعا مانگ رہا تھا۔ اسے اسی حالت میں قتل کر دینے کا حکم خود حضور اقدس، رحمت عالم ﷺ نے صادر فرمایا اور اسے خانہ کعبہ سے چپکی اور لپٹی ہوئی حالت میں قتل کر دیا گیا۔ یہ واقعہ حدیث کی کتابوں میں طلائی حروف سے منقش ہے۔ جس کو تفصیل کے ساتھ مع عبارت، حوالہ اور اردو ترجمہ کے ساتھ قارئین کرام کی ضیافت طبع کی خاطر پیش خدمت کرتے ہے۔

خانۂ کعبہ کے غلاف سے چپکے ہوئے گستاخ رسول کو قتل کیا گیا

ایک شخص کہ جس کا نام ''عبد العزیٰ بن خطل'' تھا، وہ حضور اکرم ﷺ کے دست حق پرست پر داخل اسلام ہوا۔ اسلام سے مشرف ہونے کے بعد اس نے اپنا نام بدل کر اسلامی نام ''عبد اللہ بن خطل'' رکھ لیا اور ایک سچے مسلمان کی طرح اسلام کے قوانین اور احکام کی پابندی کرنے لگا۔ حضور اقدس ﷺ نے اسے زکاۃ کی وصولی کے کام پر متعین فرمایا اور وہ اس کام کو عمدگی اور خوبی کے ساتھ انجام دینے لگا۔

ایک مرتبہ حضور اقدس ﷺ نے عبد اللہ بن خطل کو زکاۃ کی وصولی کے مہم پر ایک مقام پر بھیجا۔ اثنائے راہ اسے شیطان نے ایسا بہکایا کہ اس کی عقل کے طوطے اڑ گئے اور اس کی مت ایسی خراب ہوئی کہ وہ اسلام سے منحرف ہو کر مرتد بن گیا اور کفار و مشرکین کے گروہ میں شامل ہو گیا۔

عبد اللہ بن خطل کی دو لونڈیاں یعنی خاتون غلام تھیں۔ ان دونوں کے نام ''ارنب'' اور ''قرطنہ'' تھے۔ وہ دونوں خوش الحانی سے گیت گانے میں ماہر تھیں اور دونوں خوش آواز تھیں۔ وہ دونوں اپنے گیتوں میں حضور اقدس ﷺ کے ہجو اور گستاخی پر مشتمل اشعار گاتی تھیں اور اپنے مالک عبد اللہ بن خطل کو سناتی تھیں اور داد و تحسین حاصل کرتی تھیں۔ عبد اللہ بن خطل اپنی دونوں لونڈیوں کو حضور اقدس ﷺ کی شان ارفع و اعلیٰ میں توہین آمیز اشعار للکارنے کی خوب ترغیب دیتا تھا اور سن کر بہت خوش ہوتا تھا۔

مذکورہ گستاخ رسول عبد اللہ بن خطل بہت ہی چالاک اور زیرک تھا۔ وہ ہمیشہ چھپتا ہوا پھرتا تھا اور کسی کو بھی نظر نہیں آتا تھا۔ لیکن ایک دن وہ نظر آگیا اور وہ ابھی اس طرح کہ وہ خانۂ کعبہ کے غلاف سے لپٹ کر مصروف دعا تھا۔ عبد اللہ بن خطل حرم کعبہ میں بلکہ مطاف یعنی

طواف کرنے کے مقام میں اور وہ بھی مقام ابراہیم اور زمزم شریف کے درمیان والے حصہ میں خانۂ کعبہ کے پردوں سے لپٹا ہوا نظر آیا۔ یہ وہ مقام ہے کہ جہاں کسی کو قتل کرنا تو درکنار، کسی کو تکلیف پہونچانا بھی منع ہے۔ انسان تو کیا کسی جانور کو بھی تکلیف دینا ممنوع ہے۔ عبد اللہ بن خطل خانۂ کعبہ کے احاطہ یا مطاف میں نہیں بلکہ عین خانۂ کعبہ کے غلاف سے لپٹی ہوئی حالت میں نظر آیا۔

پھر کیا ہوا؟ بخاری شریف اور مسلم کی حدیث سے سنو!!

" عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "دَخَلَ مَكَّةَ يَوْمَ الفَتْحِ وَعَلَى رَأْسِهِ المِغْفَرُ، فَلَمَّا نَزَعَهُ جَاءَ رَجُلٌ فَقَالَ :ابْنُ خَطَلٍ مُتَعَلِّقٌ بِأَسْتَارِ الكَعْبَةِ، فَقَالَ :اقْتُلْهُ "

حوالہ :

(۱) "صحیح البخاری" (عربی) ناشر : مکتبہء بلال. دیوبند، (یوپی) سن طباعت ۱۴۱۹ھ، جلد نمبر : ۲، صفحہ نمبر : ۶۱۴

(۲) "صحیح البخاری" (عربی) ناشر : جمیعة المکنز الاسلامی، قاہرہ . مصر مطبوعہ : جرمنی ، سن طباعت ۱۴۲۱ھ، کتاب الجہاد والسیر، باب نمبر : ۱۶۸ حدیث نمبر : ۳۰۸۱، جلد نمبر : ۲، صفحہ نمبر : ۵۹۰

(۳) "الصحیح المسلم" (عربی) ناشر : مکتبہء بلال. دیوبند، (یوپی) سن طباعت ۱۴۱۹ھ، کتاب الحج، باب : جواز دخول مکة بغیر احرام، جلد نمبر : ۱، صفحہ نمبر : ۴۳۹

- مندرجہ بالا حدیث شریف کا اردو ترجمہ:

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ یوم فتح کو مکہ میں اس حال میں داخل ہوئے کہ آپ کے سر اقدس پر خود (لوہے کا ہلمیٹ) تھا، آپ نے اپنے سر مبارک سے خود اتارا ہی تھا کہ ایک شخص نے آکر کہا کہ ابن خطل کعبہ شریف کے غلاف سے لپٹا ہوا ہے، حضور اقدس ﷺ نے فرمایا کہ اسے وہیں قتل کر ڈالو۔

گستاخ رسول عبد اللہ بن خطل خانۂ کعبہ کے غلاف سے لپٹی ہوئی حالت میں نظر آیا ہے۔ یہ خبر جب حضور اقدس، رحمت عالم ﷺ کو دی گئی تو حضور اقدس ﷺ نے حکم فرمایا کہ اسے وہیں قتل کردو۔

اب سوال یہ ہے کہ:

- گستاخ رسول عبد اللہ بن خطل کو قتل دینے کے حکم کی تعمیل کی گئی یا نہیں؟
- اور اگر حکم کی تعمیل کی گئی، تو کس طرح کی گئی؟
- گستاخ رسول عبد اللہ بن خطل کو خانۂ کعبہ کے غلاف سے لپٹی ہوئی حالت میں قتل کر دیا گیا؟ یا
- اسے حرم شریف یعنی مسجد حرام کی حد میں ہی خانۂ کعبہ سے الگ کر کے قتل کر دیا گیا؟ یا
- اسے مسجد حرام سے باہر لے جا کر قتل کر دیا گیا۔

ان تمام سالات کے جوابات کے لیے ذیل میں مرقوم مستند کتب کے حوالہ جات

ملاحظہ فرمائیں۔

حدیث شریف کی سب سے معتبر کتاب ''بخاری شریف'' کی شرح میں لکھی گئی دو معتبر کتابیں ''عمدۃ القاری'' اور ''فتح الباری'' میں ہے کہ:

"فَأَما عبد الْعُزَّى بن خطل فَقتل وَهُوَ مُتَعَلق بِأَسْتَارِ الْكَعْبَة . وَقَالَ أَبُو عمر :فَقتل بَين الْمقَام وزمزم، وروى الْحَاكِم من طَرِيق أبي معشر عَن يُوسُف بن يَعْقُوب عَن السَّائِب بن زيد، قَالَ :فَأخذ عبد الله بن خطل من تَحت أَسْتَار الْكَعْبَة فَقتل بَين الْمقَام وزمزم، وروى ابْن أبي شيبَة من طَرِيق أبي عُثْمَان النَّهْدِيّ أَن أَبَا بَرزَة الْأَسْلَمِيّ قتل ابْن خطل وَهُوَ مُتَعَلق بِأَسْتَارِ الْكَعْبَة"

حوالہ :

(۱) "عمدۃ القاری بشرح صحیح البخاری" : (عربی) شارح : امام علامہ بدرالدین ابی محمد محمود بن احمد عینی (المتوفیٰ ۸۵۵ھ) ناشر : دارالکتب العلمیہ، بیروت، لبنان، الطبعۃ الاولیٰ، سن طباعت ۱۴۲۱ھ، جلد نمبر: ۱۰، باب نمبر: ۱۸، صفحہ نمبر: ۲۹۵

(۲) "فتح الباری بشرح صحیح البخاری" : (عربی) شارح : امام ابی الفضل احمد بن علی بن حجر عسقلانی (المتوفیٰ ۸۵۴ھ)، ناشر : دارابی حیان، القاہرہ، مصر. طبع الاولیٰ، سن طباعت ۱۴۱۶ھ، کتاب جزاء الصید، جلد نمبر: ۵، باب نمبر: ۱۸، حدیث نمبر: ۱۸۴۶، صفحہ نمبر: ۴۹۷

- مندرجہ بالا حدیث شریف کا اردو ترجمہ:

اور عبدالعزیٰ بن خطل کو اس حالت میں قتل کیا گیا کہ وہ خانۂ کعبہ کے غلاف سے لپٹا ہوا تھا۔ اور حضرت ابو عمر نے کہا کہ اسے مقام ابراہیم اور زمزم شریف کے درمیان قتل کیا گیا۔ اور حاکم نے بطریق ابی معشر یوسف بن یعقوب سے اور انھوں نے سائب بن زید سے روایت کی کہ عبدالعزیٰ بن خطل کو غلاف کعبہ کے نیچے پکڑا گیا، پھر اسے مقام ابراہیم اور چاہ زمزم کے درمیان قتل کر دیا گیا۔ اور حضرت ابن ابی شیبہ نے حضرت ابی عثمان نہدی سے روایت کی کہ حضرت ابو برزہ اسلمی نام کے صحابی نے ابن خطل کو کعبہ شریف کے غلاف سے لپٹی ہوئی حالت ہی میں قتل کر دیا۔

پیارے رؤف ورحیم آقا ﷺ کی ''شان جلالی'' دیکھو کہ عبداللہ بن خطل چاہے خانۂ کعبہ کے غلاف سے لپٹا ہو۔ حرم شریف کی مقدس اور محفوظ جگہ پر چاہے ہو، جہاں پر کسی جانور کو بھی مارنے کی ممانعت ہے، ایسی امن وامان والی جگہ پر چاہے ہو، اس کے لیے امان؟ ہرگز نہیں۔ گستاخ رسول کے لیے امان کیسی؟ وہ چاہے خانۂ کعبہ کے غلاف سے چپکا ہوا ہے۔ پھر بھی اس کو وہیں کاٹ دو۔

پیارے آقا ومولیٰ ﷺ کی مقدس زبان فیض ترجمان سے نکلے ہوئے اس فرمان عالی کی فوراً تعمیل کرنا صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے لیے اتنی لازمی اور ضروری تھی کہ عبداللہ بن خطل کو خانۂ کعبہ کے غلاف سے لپٹی ہوئی حالت میں ہی دبوچ لیا۔ اسے گھسیٹ کر مطاف اور مسجد حرام سے باہر بھی نہ لے گئے کیوں کہ ایسا کرنے میں دو پانچ منٹ کا وقت صرف اور ضائع ہوگا اور اتنی دیر میں وہ گستاخ متعدد مرتبہ سانس لے لے گا اور گستاخ رسول کو ایک

مزید سانس لینے کی بھی مہلت نہ دینی چاہیئے اور اس کے سانس لینے کا سلسلہ جلد از جلد منقطع کردینا چاہیئے بلکہ اس کی اندر کی سانس اندر اور باہر کی باہر رہ جانی چاہیئے اور ایک لمحہ کی تاخیر کیے بغیر اسے جہنم رسید کردینے میں ہی حکم نبی کی صحیح تعمیل و اطاعت ہے۔ لہذا اس گستاخ کو وہیں قتل کردیا اور قیامت تک آنے والی مسلم نسل کو یہ پیغام دیا کہ گستاخ رسول کو سزا دینے میں ایک لمحہ کی بھی تاخیر نہیں کرنی چاہیئے اور گستاخ رسول چاہے مسجد حرام میں یا دیگر مقدس و معزز جگہ پر ہو، اسے سزا دینے میں کسی قسم کا تامل و تذبذب نہیں کرنا چاہیئے۔

دور حاضر کے صلح کلی کٹ مُلّا نے بارگاہ رسالت کے گستاخوں کے ساتھ نرمی، اخوت اور حسن سلوک اپنانے کی بات کہہ کر عوام کو گمراہ کرتے ہیں۔ اپنی تقریر اور محفل میں وہابی، دیوبندی اور دیگر فرقۂ باطلہ کا رد کرنے سے جھجکتے ہیں بلکہ پلپلا پن کا مظاہرہ کرتے ہوئے یہاں تک کہتے ہیں کہ کسی کو بُرا لگے ایسی بات نہیں کہنی چاہیئے۔ اگر کسی کا عقیدہ خراب ہے، تو بھی اس کے عقیدہ کے خلاف کچھ بھی نہیں کہنا چاہیئے اس کا عقیدہ اس کے ساتھ اور ہمارا عقیدہ ہمارے ساتھ۔ ہمیں کسی کے عقیدے کا رد نہیں کرنا چاہیئے اور کسی بھی عقیدے والے کا دل نہیں دکھانا چاہیئے بلکہ اتحاد و اتفاق رکھنا چاہیئے اور جھگڑا اور فساد برپا ہو، ایسی بات نہیں کہنی چاہیئے۔

ایسی امن اور صلح کی نصیحت کرنے والے صلح کلی ملا نے نبی کی شان میں گستاخی کرنے والوں کے ساتھ ہمیشہ نرم رویہ اختیار کرتے ہیں لیکن اگر اس صلح کلی کٹ ملا سے کوئی شرعی غلطی ہو جائے اور اسے بہت ہی مودبانہ اور مہذب انداز میں اس کی غلطی سے آگاہ اور متنبہ کیا جاتا ہے، تب اس کا رویہ یک لخت بدل جاتا ہے۔ صلح اور نرمی کے تمام اصولوں کو بالائے طاق رکھ کر آپے سے باہر اور غصہ سے لال پیلا ہو جاتا ہے اور کرتہ کی آستین چڑھا کر مرنے اور مارنے کے لیے مستعد ہو جاتا ہے۔ گستاخ رسول کے خلاف ایک حرف بھی نہ بولنے والا اپنی ذاتی غلطی بتانے والے ہمدرد اور مصلح کے خلاف اپنی تقریر میں آگ کے شعلے

برساتا ہے اور ماحول کو پراگندہ کردیتا ہے بلکہ اپنے چمچوں اور جی حضوری کرنے والے خوشامد خوروں کو لڑنے کے لیے قطار بند کھڑے کردیتا ہے۔ ایسے صلح کلی ملانے کی وجہ سے ہی ہمیشہ سنیت کا نقصان ہوا ہے۔

گستاخ رسول تمام مخلوق سے بدتر ہے

پیارے سنی بھائیوں! ایک بات ہمیشہ یاد رکھیے کہ جو ہمارے آقا و مولیٰ ﷺ کا وفادار نہیں، وہ کبھی بھی ہمارا نہیں ہوسکتا اور جو شخص نبی ﷺ کا گستاخ ہے، وہ تمام مخلوق سے بدتر ہے۔ دور حاضر کے گمراہ اور بدعقیدہ منافقین قرآن مجید کی آیات کے من چاہے ترجمے، مطلب اور مفہوم بیان کرکے تعظیم رسول کرنے والے ایمان دار مسلمانوں پر شرک کے فتوے مارتے ہیں بلکہ قرآن مجید کی جو آیات کفار اور مشرکین کی تردید میں نازل ہوئی ہیں، ان آیات کو مسلمانوں پر چسپاں کرکے انھیں شرک کے فتوی کی مشین گن کا نشانہ بناتے ہیں۔ ایسے منافقوں کے بارے میں مشہور صحابی رسول حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ:

" وَكَانَ ابْنُ عُمَرَ، يَرَاهُمْ شِرَارَ خَلْقِ اللَّهِ، وَقَالَ :إِنَّهُمُ انْطَلَقُوا إِلَى آيَاتٍ نَزَلَتْ فِي الْكُفَّارِ، فَجَعَلُوهَا عَلَى الْمُؤْمِنِينَ "

حوالہ :

(۱) "صحیح البخاری" (عربی) ناشر : مکتبہء بلال، دیوبند، (یوپی) سن طباعت ۱۴۱۹ھ، کتاب استتابة المعاندین والمرتدین، باب قتال الخوارج، جلد نمبر : ۲، صفحہ نمبر : ۱۰۲۴

- مندرجہ بالا عربی عبارت کا اردو ترجمہ:

> اور حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما ان لوگوں کو تمام مخلوق سے بدتر و شر پسند خیال فرماتے تھے، اور انھوں نے فرمایا کہ ان لوگوں نے وہ طریقہ اپنایا ہے کہ جو آیات کفار کے حق میں نازل ہوئی، اسے مومنین پر چسپاں کرتے ہیں۔

ثابت ہوا کہ ایسے منافقین تمام مخلوق سے بدتر ہیں۔ مخلوق میں خنزیر بھی شامل ہے لہذا گستاخ رسول تمام مخلوق سے بدتر ہونے کی وجہ سے خنزیر سے بھی بدتر ہے۔ بے شک خنزیر ناپاک جانور ضرور ہے لیکن گستاخ رسول نہیں۔ لہذا ایک سچے مومن کو جتنی نفرت خنزیر کا گوشت کھانے سے ہونی چاہیئے، اس سے کہیں زیادہ نفرت گستاخ رسول سے ہونی چاہیئے۔

ایک بات ہمیشہ یاد رکھیں کہ جس کے دل میں حضور اقدس ﷺ کی سچی محبت ہوگی، وہ گستاخ رسول سے قلبی نفرت کرے گا اور جو نبی کی محبت کا ڈھونگ رچاتا ہوگا، وہ گستاخ رسول کے ساتھ نرم رویہ اپنائے گا اور تعلق رکھے گا۔

عشق نبی کا سچا جذبہ مسلک اعلیٰ حضرت امام احمد رضا پر پختگی سے قائم رہنے سے ہی حاصل ہوگا۔

جلالِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

گستاخ رسول کی شرعی سزا موت ہے

تصنیف

مناظر اہل سنت، ماہر رضویات، علامہ عبدالستار ہمدانی ''مصروفؔ''

خلیفۂ تاجدار اہل سنت، حضور مفتی اعظم ہند علیہ الرحمۃ والرضوان

ناشر

مرکز اہل سنت برکات رضا

امام احمد رضا، روڈ، پور بندر، گجرات۔(انڈیا)

فہرست